کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
10/02
کنول

# دھند کے پار

اقراء صغیر احمد

ہم نے کاٹی ہیں تیری یاد میں راتیں اکثر
...ں سے گزری ہیں ستاروں کی براتیں اکثر
ہم سے اک بار بھی جیتا ہے نہ جیتے گا کوئی
وہ تو ہم جان کر کھا لیتے ہیں ماتیں اکثر

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی مہ رخوں، مہ جبینوں، حسینوں، نازنینوں کی
زلفوں کی چھاؤں میں کٹ جائے خدایا میری
ہو میرا کام دوشیزاؤں کی خدمت کرنا
ان کی آنکھوں، رخساروں، زلفوں کی زیارت کرنا

''شرم کرو کچھ، ہر وقت خرافات میں وقت گزارتے رہتے ہو۔'' ازمہ نے ریلنگ پر جھکے پڑوسیوں کے لانز میں تاک جھانک کرتے اور بے سرا گنگناتے ہوئے حمزہ کے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے سرزنش کی۔

''خرافات؟ حسبِ عادت جیلس ہوگئیں نا، میری زبردست شاعری سے۔''

''شاعری؟ اونہہ۔ شاعر مشرق کی خوب صورت دعا کا بیڑہ غرق کردیا ہے، چیٹر کہیں کے۔''

''کہیں کے نہیں، یہیں کے۔ ہمارے ایسے کام بہت پلاننگ سے ہوتے ہیں۔ وہ ہماری فلمی......''

''بس......بس، فضول بکواس مت کرو۔ نیچے چلو، چائے تیار ہے، ماما بلارہی ہیں۔'' ازمہ اسے کوئی لمحہ مزید دیئے بغیر کہتی ہوئی نیچے چلی گئی۔

''ماما! یہ بھی کوئی چائے ہے؟'' اس نے ان کے ہاتھ سے مگ لیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا ہوا؟'' کیا خرابی ہے چائے میں؟'' ماما متعجب ہوئیں۔

''جب کوئی ''چاہ'' سے چائے پلانے والی نہ ہو تو چائے میں مزہ کیا۔'' اس نے شرارت سے دادا جان کی طرف دیکھتے ہوئے مصنوعی افسردگی سے کہا۔

''اوہ! ہمارا پوتا جوان ہوگیا ہے۔'' دادا جان نے چائے میں بسکٹ ڈبوتے ہوئے مسرت بھری حیرانی کا اظہار کیا۔

''ہوں۔ اور آپ کو کوئی فکر نہیں ہے، جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ میری عمر میں آپ دو بچوں کے والد محترم بن چکے تھے۔ کتنا اندھیر ہے میرے ساتھ۔'' اس نے سرد آہ بھری۔

''حمزہ! شرم کرو، ابا جان کا کچھ تو لحاظ کرلیا کرو۔'' ماما نے گھورتے ہوئے کہا۔

digest library.com

"دادا سے شرم.....؟ ہاہاہا.....دادا جان تو خود سامنے والی صبا کی دادی کے چکر میں ہیں۔ آج بھی پھول بھیجے تھے انہیں۔"

"ارے ارے اس کو کہتے ہیں' گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔" انہوں نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے بہو سے کہا' جبکہ حمزہ نے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔

"وہ پھول میں نے اشرف صاحب کے لیے بھیجے تھے۔ کل ہی تو ہاسپٹل سے آئے ہیں۔"

"اچھا! میں نے سوچا کہ شاید آپ ماما کے لیے دوسری ساس کا انتظام کر رہے ہیں۔"

"فضول باتیں نہیں کرو' کیوں حد سے بڑھے جاتے ہو۔" سمیرا بیگم تنبیہی لہجے میں بولیں۔

"سچ بات ہے۔ ایک سے مشکل سے جان چھوٹی ہے۔" حمزہ کہاں باز آنے والا تھا۔

"بالکل غلط' وہ عام ساس نہیں تھیں۔ بہت محبت کرنے والی' ازحد چاہنے والی تھیں' مجھے۔"

"یہ بھی ایک المیہ ہے' ہمارے معاشرے کا۔ ساسیں اللہ کو پیاری ہونے کے بعد بہوؤں کو بھی پیاری ہو جاتی ہیں۔" برگر کھاتے ہوئے اس نے مصنوعی آہیں بھریں۔

"کیوں بلڈ پریشر ہائی کرتی ہو بہو' اس کی تو عادت ہے شرارت کی۔" انہوں نے بہو کو غصے سے اٹھتے دیکھ کر نرمی سے کہا۔ حمزہ کے چہرے پر یکدم ہی مظلومیت چھا گئی۔

"ابا جان! گستاخی اور شرارت میں بہت فرق ہوتا ہے۔"

"تم چھوڑو' ہم خود سزا دیں گے' مرغا بنائیں گے اسے۔"

"ازمہ! شام کو پارٹی میں چلنا ہے' تیار ہو جانا۔"

"کیا پہنوں ماما؟"

"جو دل چاہے۔ میری بیٹی پر ہر لباس' ہر رنگ اچھا لگتا ہے۔"

"تھینکس ماما۔" اس نے سرشاری سے ان کے سینے میں منہ چھپا لیا۔

موسم بدل رہا تھا۔ آتی سردیوں اور جاتی گرمیوں کی یہ گلابی شام خاصی خنکی و خوشگواریت اپنے اندر سموئے ہوئے تھی۔

شارقہ پھپھو کے وسیع و عریض لان میں بہت خوب صورت طریقے سے انتظام کیا گیا تھا۔ یہ پارٹی انکل سرفراز کے دوست کے بیٹے کے اعزاز میں دی جا رہی تھی' جو اسی ہفتے کینیڈا سے پاکستان آیا تھا اور وہیں پر ہی قیام پذیر تھا۔

مہمان تمام آ چکے تھے۔ رنگین آنچلوں کی بہاریں عروج پر تھیں۔ امپورٹڈ خوشبوئیں ہر سو مہک رہی تھیں۔ سب ایک دوسرے سے گفتگو میں منہمک ہونے کے باوجود بے قراری سے ادھر ادھر اس شخصیت کو ڈھونڈنے میں نگاہیں دوڑا رہے تھے' جو آج کا چیف گیسٹ تھا' جس کے اونر میں یہ شاندار پارٹی تھی۔ مگر وہ شخص وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

"اوہ' کیا بوریت ہے۔ آنٹی سے کہنے جا رہی ہوں' وہ کھانا شروع کروائیں۔ میرا تو بھوک سے برا حال ہے۔" ازمہ جماہی روکتی ہوئی جھلا کر بولی۔

"کچھ دیر انتظار کر لو' علی بھائی آ رہے ہیں۔ ان کے آتے ہی کھانا شروع ہو جائے گا۔"

"یعنی اب کھانا مجھے ان کے طفیل ملے گا؟"

"مہمان خصوصی وہ ہی ہیں۔" اریبہ دھیرے سے مسکرا کر بولی۔

"کتنی تھرڈ کلاس بات ہے کہ بندہ ایسے موقعوں پر بھی اپنی امارت و شخصیت کا رعب دکھانے کو اوچھے طریقے اختیار کرے۔ انہیں معلوم ہی ہوگا کہ سب مہمان ان سے ملنے' ان کی خاطر آئیں گے تو آج تو اپنی حیثیت کا اظہار کرنا ضروری ہے۔"

"تم نے ان کے متعلق بالکل غلط بات کی ہے۔ وہ بہت اچھے اور مخلص آدمی ہیں۔ کم از کم اپنی دولت اور شخصیت پر تو انہیں بالکل بھی غرور نہیں ہے۔ دراصل ان

سے ملنے کے لئے کچھ لوگ بالکل اچانک آ گئے اور ان کی کال پر انہیں جانا پڑا کیونکہ وہ غیر ملکی ڈیلیگیشن تھے۔"

"تم بھوک سے اتنی بے حال کیوں ہو رہی ہو' کیا جب سے دعوت نامہ گیا ہے' تب سے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا؟" ازمہ کی چچازاد سونیا طنزیہ مسکان سے گویا ہوئی۔

"ہاں واقعی' اس مہنگائی کے دور میں ایسی شاندار پارٹی روز روز کہاں ملتی ہے۔" حسب توقع سونیا منہ بنا کر آگے بڑھ گئی۔ ان دونوں کی کبھی نہیں بنتی تھی۔ سونیا جس قدر مغرور اور بد دماغ تھی' ازمہ اس قدر ہی منہ پھٹ اور ایسے لوگوں کی طبیعت صاف کرنے میں ماہر تھی۔ دونوں میں اکثر ہی مخالفت چلتی رہتی تھی۔

❖❖❖

ہیلو مسٹر! آپ مجھے اتنی دیر سے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"جی دراصل' میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ کی صورت میری ہونے والی سے کس قدر ملتی ہے۔" حمزہ جو اس پیاری سی لڑکی کو کب سے نگاہوں میں رکھے ہوئے' اس کا سایہ بنا ہوا تھا' اس لڑکی کے سخت لہجے پر خاصی شرافت سے گویا ہوا۔

"اچھا۔ یعنی آپ کی منگیتر کی صورت مجھ سے ملتی ہے؟" وہ لڑکی سادگی سے بولی۔

"جی نہیں۔ ابھی میری کہیں انگیجمنٹ نہیں ہوئی۔"

"کیا مطب؟"

"میرا مطلب ہے' میں اپنی ہونے والی وائف کے چہرے کو ہر خوب صورت چہرے میں کھوجتا ہوں اور آج آپ کو دیکھ کر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میری تلاش ختم ہوئی۔ آپ بالکل میرے تصور کی طرح ہیں۔" حمزہ نے اس لڑکی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر رومانٹک لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ' بے وقوف' میں شادی شدہ ہوں۔" خاصے پرتپش انداز میں وہ لڑکی اس کے منہ پر تھپڑ لگا کر آگے بڑھ گئی۔ وہ گال پر ہاتھ رکھے ششدر رہ گیا۔

"بیٹا! خوش ہو گئے عزت افزائی کروا کر؟ جبھی کہتا ہوں' پہلے تولو پھر بولو۔" دادا جان جو سنگتروں کے درختوں کے قریب کھڑے دیکھ رہے تھے' مسکرا کر استفسار کرنے لگے۔

"نہیں' نہیں دادا جان! وہ لڑکی مجھے تھپڑ مار کر تھوڑی گئی ہے۔"

"ہاں۔ تمہارے گال پر بیٹھا مچھر اڑایا ہے۔"

"وہاں پھپھو آپ کو ڈھونڈ رہی ہیں' آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"ارے حمزہ! تمہارے رخسار پر یہ کیسا نشان ہے' سرخ سرخ۔" دادا جان سے بات کرتے ہوئے ازمہ کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تو وہ چونک کر بولی۔

"وہ..... شہد کی مکھی کاٹ گئی۔"

"اتنی بڑی شہد کی مکھی کہاں سے دریافت ہوئی بیٹے جان' جس کے دانتوں کا سائز نسوانی ہاتھ کے برابر ہے۔" دادا جان اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"اف! کوئی جگہ تو آپ شرافت سے رہا کریں۔ یہاں پھپھو کے سسرالی بھی ہیں۔ اگر ان کے سامنے کوئی غلط حرکت ہو گئی تو پھپھو کی عزت کیا رہ جائے گی۔" ازمہ جو ساری صورت حال سمجھ گئی تھی' پریشان لہجے میں بولی۔

"کیا کیا ہے ہم نے؟ یہاں آئی بوڑھیوں کو اغوا تو نہیں کر رہے۔" دادا فوراً بولے۔

"ایسا کر بھی نہیں سکتے آپ کیونکہ تمام بوڑھیوں کے ساتھ ان کے گارڈ یعنی بڈھے بھی ہیں۔" حمزہ نے فوراً حساب برابر کیا۔

"شرم کرو کچھ۔ کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔"

"یہی کہ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں' بڑے میاں سبحان اللہ۔" حمزہ نے لہک کر کہا۔

"صرف سبحان اللہ ہی نہیں میاں' استغفر اللہ بلکہ نعوذ باللہ۔" قریب سے گزرتے ہوئے کسی نے ٹکڑا لگایا اور ان کے تاثرات دیکھنے کے لیے پلٹا نہیں۔

"ابا جان چلئے' آپ کو جنید کی ساس سے ملواؤں۔"

digest library.com

پھپھوان کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے بولیں۔

"جنید کی ساس کے ساتھ ان کے شوہر بھی ہوں گے کیا خاک مزہ آئے گا ان سے ملنے میں۔"

"درست کہتی ہیں بھابی' بہت شریر ہوگئے ہو۔ چلو پہلے علی سے ملواتی ہوں۔ بہت اشتیاق ہے اسے ابا جان سے ملنے کا۔ میں اکثر تم لوگوں کا ذکر کرتی رہتی ہوں۔"

"ازمہ! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ چلو میرے ساتھ آؤ۔" اریبہ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے آئی۔ ہر سو رنگ و نور' روشنیوں' خوشبوؤں کا سحر طاری تھا۔ وہ دوسری کزنز سے گپ شپ لگاتی رہی' اچانک اس کی نگاہ سونیا پر پڑی۔ بغیر آستینوں کی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تمام گیل کانٹوں سے لیس خاصی مضطرب سی ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔ ہر پل آئی شیڈ سے سجی' مسکارے کے بوجھ سے جھکی نگاہیں' بے قراری سے سامنے ہجوم میں گھرے شخص پر ٹھہر ٹھہر جا رہی تھیں۔

"واہ' بہت بیوٹی فل لگ رہی ہو آج۔ اس تقریب کے لیے تم نے کتنے ڈریس بنوائے ہیں؟"

"تھینک اے لاٹ۔ فالتو باتوں کا میں جواب دیا نہیں کرتی۔" وہ نخوت سے بولی۔

"اوہ! بائی دے وے' تمہارے میک اپ کا وزن تمہارے ویٹ سے زیادہ ہوگا۔"

"ازمہ گیٹ لاسٹ' اسی لیے میں تمہیں لفٹ نہیں دیتی۔ تم ہو ہی اس قدر بے وقوف۔"

"ارے ارے۔ کیا ہو رہا ہے؟ کبھی تو تم لوگ شرافت سے بھی بیٹھ جایا کرو۔ ہر وقت ایک دوسرے سے خفا رہنا اچھی بات ہے کیا؟" اریبہ نے آ کر مداخلت کی۔

"مگر تم ہر وقت امن کی فاختہ بن کر ہر معاملے میں ٹانگ مت اڑایا کرو۔" ازمہ مسکرا کر گویا ہوئی۔

"اپنوں کو لڑتے دیکھ کر کون بے وقوف خوش ہو سکتا ہے۔"

موسم کی دلکشی عروج پر تھی۔ آسمان کے سیاہ آنچل پر چمکتے دمکتے چاند' ستاروں نے ماحول کو ماورائی جلا بخشی تھی۔ سبک خراماں خراماں چلتی ہواؤں میں لانز میں مہکتے موتیے اور رات کی رانی کے پھول اپنی مہکار سے جذبات پر طلسماتی نشہ طاری کر رہے تھے۔ کھانے کے بعد چائے اور کافی کا دور چل رہا تھا۔ وہ بھی اپنا مگ لے کر ایک چیئر پر بیٹھ گئی۔ بے ارادہ ہی اس کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں' جہاں وہ کھڑا مہمانوں سے گفتگو میں مصروف تھا۔ نیوی بلیو کوٹ سوٹ میں اس کی پرکشش وجاہت نمایاں تھی۔ براؤن بالوں کا اسٹائل خوب صورت تھا۔ روشن جگمگاتی خوب صورت آنکھوں میں بے نیازی اور مغروری سی چمک' یہاں دور سے بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے وجیہہ چہرے پر سنجیدگی' طمانیت اور پراعتمادی چھائی ہوئی تھی۔ اس سمے اسے کچھ عجیب سے احساس نے گھیر لیا اور وہ چند لمحے اس طرف دیکھے گئی۔

"اے' ہیلو۔ میں نے کہا تھا نا' علی بھائی کو دیکھو گی تو دیکھتی رہ جاؤ گی۔" اریبہ اس کی محویت دیکھ کر دور سے ہی چلائی۔

"آں ..... ہاں۔ ہمارے ہاں ایسے نمونے نایاب ہیں۔" وہ کہاں دبنے والی تھی۔

"جیلس ہوگئیں' ان کی بیوٹی سے؟" اریبہ قریب آ کر گویا ہوئی۔

"اوہ بیوٹی! مردوں کی بیوٹی نہیں' بٹوا دیکھا جاتا ہے۔"

"فکر نہیں کرو' ان کا بٹوا' آئی مین بینک بیلنس بھی خاصا بھاری بھرکم ہے۔"

"اچھا! پھر کیا خیال ہے؟" وہ معنی خیزی سے بولی تو اریبہ اس کا مطلب سمجھ کر جل کر بولی۔

"شٹ اپ' مما کی کوشش ہے' وہ تمہیں منتخب کریں کیونکہ ان کی پاکستان آمد کا مقصد بھی یہی ہے اور مما تو اسی لئے سر توڑ کوششوں میں لگی ہوئی ہیں۔"

"وہاٹ؟ میں پھپھو پر بوجھ کب سے بننے لگی۔" وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"لڑکیاں بوجھ ہی ہوتی ہیں اور مما مجھ میں اور تم میں

.digest library.com

کوئی فرق نہیں سمجھتیں۔"

اسی لمحے پھپھو علی کے ساتھ ادھر چلی آئیں اور انہیں خاموش ہونا پڑا۔

"علی بیٹا! یہ میری پیاری بیٹی ازمہ ہے۔ میڈیکل کے لاسٹ ایئر میں ہے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر شگفتہ لہجے میں تعارف کروانے لگیں۔

"ہیلو۔" اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ ڈال کر کہا۔ جواب میں اس نے آہستگی سے سلام کیا تھا۔

"آنٹی! ایک گلاس سادہ پانی ملے گا؟" اس نے ازمہ کو بالکل نظر انداز کر کے شائستگی سے پھپھو سے کہا۔ وہ اس سے اس حد تک مرعوب ہو چکی تھیں کہ ارد گرد ہاٹ ڈرنک سرو کرتے ویٹرز کو نظر انداز کر کے اس کی فرمائش کی تکمیل کے لیے خود آگے بڑھ گئیں۔ اریبہ بھی ان سے ساتھ چلی گئی۔ خنک موسم میں بھی اس نے اپنے اندر شرارے دوڑتے ہوئے محسوس کیے۔

سلام کے جواب میں اس شخص کے بھرپور گریز اور اہانت آمیز رویے نے اسے سلگا کر رکھ دیا تھا' جس کی تپش اس کے سرخ ہوتے چہرے سے بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔ علی نے ایک نظر اس پر ڈالی تھی۔ دانستہ یا نادانستہ لیکن انداز بھرپور گہرائی لیے ہوئے تھے۔ ازمہ پیر پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

پھر ایک گھنٹہ اریبہ کا بہت پریشانی میں گزرا' جب اس نے وہاں سے جانے کی ضد کی۔

"اوہ گاڈ' تم پاگل ہو گئی ہو' ازمہ۔ مما تمہاری بہتری کے لیے کوشاں ہیں اور تم بالکل ہی آؤٹ ہو رہی ہو۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی اس طرح۔ کیا ہوا اگر انہوں نے تمہارے سلام کا جواب نہیں دیا تو شاید آہستگی سے دے دیا ہو۔ ہر بات کو ناک کا مسئلہ نہ بنایا کرو۔" اریبہ نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بہتری نہیں' انسلٹ ہے یہ میری۔" پھپھو نے مجھے ہرٹ کیا ہے۔ کیا فرق رہ گیا مجھ میں اور تھرڈ پرسن لڑکیوں میں جو گھٹیا اور اوچھے طریقوں سے اس بد دماغ شخص سے ننھی ہونا چاہتی ہیں۔ ان کے اس طرز عمل نے مجھے میری نگاہوں سے ہی گرا دیا ہے۔ میں ٹھوکر مارتی ہوں' ایسی دولت و ثروت کو' جو انسان کو اخلاقیات کی سطح سے گرا دے۔"

"اوہ بابا' کیوں جذباتی ہو رہی ہو اس قدر۔ اگر تمہیں یہ سب پسند نہیں ہے تو آئندہ مما سے کہہ دوں گی' احتیاط کریں۔ اوکے! اب تو مسکرا دو' پلیز۔"

❖❖❖

"آج کا دن تو بہت خوشگوار گزرا۔" دادا جان صوفے پر بیٹھتے ہوئے مسرور سے بولے۔

"جی۔ جبھی تو کہتا ہوں' روز صبح اٹھتے ہی میرے چہرہ مبارک کی زیارت کر لیا کریں۔ ویسے کیا آج رملہ کی دادی سے ملاقات....."

"حمزہ! گیٹ آؤٹ۔" مما نے تنبیہی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"سوری..... ماما۔"

"نہیں۔ فوراً چلے جاؤ یہاں سے۔" انہوں نے قطعی لہجے میں کہا تو اسے جانا ہی پڑا۔ دادا جان نے اس لمحے اس کی طرف دیکھنے سے مکمل گریز کیا۔

"بچہ ہے' اتنی سختی نہیں کیا کرو' بہو۔"

"ابا جان! آپ کے لاڈ پیار نے بہت سر چڑھا لیا ہے اسے۔" وہ ٹی پاٹ سے چائے مگ میں ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"کیسا لاڈ پیار؟" ان کے لہجے میں افسردگی در آئی۔

"میں کوشش کرتا ہوں' اسے باپ کی کمی محسوس نہ ہو' بچوں میں کوئی محرومی رہ جائے تو آگے چل کر بڑے مسائل پیدا کر دیتی ہے۔ ان بچوں نے دیکھا ہی کیا ہے۔ ازمہ اور حمزہ' میرے بدنصیب بچے جڑواں پیدا ہوئے۔ ابھی سال بھر کے بھی نہ ہو پائے تھے کہ باپ کی حادثاتی موت نے یتیم کر ڈالا۔ میرے بچوں نے کہاں باپ کا لمس اور پیار پایا ہے۔ میں وہی محبت دینے کی کوشش کرتا ہوں' جبھی اس کی ہر شرارت اور ہر مذاق کو انجوائے کرتا ہوں۔

ازمہ ذہین اور سمجھ دار ہے۔ حمزہ شرارتی اور کھلنڈرا ہے اور میں چاہتا ہوں' وقت کے ساتھ ساتھ وہ اپنی قسمت سے سمجھوتا کرے۔'' ان کے لہجے میں دکھ' درد کی کسک ابھر آئی تو ماما کو بھی آنکھوں میں آتی نمی کو چھپانے کے لیے چہرہ جھکانا پڑا۔

''آپ تو انہیں اتنا چاہتے ہیں ابا جان' اگر ثاقب ہوتے تو ایک حد میں ہی رکھتے۔ کہاں گئے تھے آپ علی کے ساتھ؟'' انہوں نے بات کے ساتھ ماحول بدلا۔

''وہ حب سائیڈ پر ایک بڑا پروجیکٹ شروع کرنے کا پلان بنا رہا ہے۔ اسی سلسلے میں زمین دیکھنے گئے تھے۔ زمین پسند آ گئی ہے' اسے اسی ہفتے میں خرید کر اگلے ماہ سے وہاں کام شروع ہو جائے گا۔ بہت لائق اور ہونہار بچہ ہے اور مجھے اس قدر اہمیت و عزت دیتا ہے کہ میں تو شرمندہ ہو جاتا ہوں۔'' وہ چائے پیتے ہوئے بڑے شفقت بھرے لہجے میں علی کے متعلق بتانے لگے۔

''جی ہاں' مجھے آپ کی رائے سے بالکل اتفاق ہے' ابا جان۔ میں بھی پارٹی والے دن اس سے ملی تھی۔ اتنے احترام و عزت سے پیش آیا تھا کہ یقین ہی نہیں آتا کہ وہ اتنے بلند اخلاق اور اعلیٰ طبیعت رکھنے والا لڑکا تمام عمر باہر گزار کر آیا ہے۔''

''یہی اطوار و خوبیاں تو خاندانی وضع داری اور خالص شریفانہ خون اور اعلیٰ تربیت کی نشانی ہوتی ہیں۔ ورنہ اس دور میں تو کسی کے پاس معمولی سی دولت آ جائے تو وہ کسی کو عزت دینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور دماغ ساتویں آسمان سے بھی آگے پہنچے ہوئے ہوتے ہیں تو اخلاق و آداب تو پستیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔''

''کس کی تعریفیں ہو رہی ہیں؟'' ازمہ اندر آتی ہوئی مسکرا کر بولی۔

''میرے علاوہ اور کس کی ہو سکتی ہیں؟'' اس کے پیچھے حمزہ کو بھی اندر آنے کا موقع مل گیا۔

''یہ منہ اور مسور کی دال۔''

''مسور کی دال نہیں' چکن روسٹ''

''میں سوچ رہا ہوں' بہو۔ کیوں نا' اس بچے کو گھر پر مدعو کیا جائے۔''

''میں بھی یہی سوچ رہی تھی' بلکہ کل لنچ اور ڈنر کی دعوت دے دیتی ہوں۔ شارقہ' سرفراز اور اریبہ کو بھی بلا لیں گے۔''

''اچھا..... اچھا' آپ علی بھائی کے متعلق باتیں کر رہی تھیں۔ قسم سے دادا جان' آپ بھی بعض اوقات کمال کرتے ہیں۔ اونٹ جیسے قد والے بندے کو آپ بچہ کہہ رہے ہیں۔ ایسے لفظ سن کر میرے ذہن میں فوراً پالنے میں لیٹا' لنگوٹی باندھے' فیڈر پیتا ہوا بچہ ہمکنے لگتا ہے۔'' حمزہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

''تمہارے ذہن میں ہر وقت اپنا بچپن رہتا ہے' اس لیے۔''

''دیکھو سسٹر! تم ہر وقت مجھ سے جھگڑا مت کیا کرو۔'' وہ کھسیا کر چیخا۔

''بس چونچ بند کرو اپنی۔ دادا جان' میرے ایگزام قریب ہیں' ابھی آپ کسی پارٹی وغیرہ کا نہ سوچیں' صرف پھپھو کی فیملی کو بلا لیں۔''

''آپ کے ایگزام تو بہت دور ہیں بیٹا' کافی عرصہ درکار ہے اور پھر ہم کوئی پارٹی وغیرہ نہیں کر رہے۔ صرف شارقہ کی فیملی ہے اور ایک علی بیٹا ہے۔ یعنی ان تین افراد میں ایک فرد کا اضافہ ہے۔ چار افراد کی فیملی کوئی بڑی نہیں ہوتی۔'' دادا جان اس کی جانب دیکھتے ہوئے پیار سے بولے۔ ماما نے بھی تائید کی تو اسے خاموش ہونا پڑا لیکن اس نے سوچ لیا کہ کل وہ کسی بھی بہانے گھر سے باہر اپنی کسی دوست کے ہاں وقت گزارے گی اور اس وقت ہی گھر میں قدم رکھے گی' جب وہ گھر سے جا چکے ہوں گے۔ ایسا سوچتے ہوئے اسے پھپھو' انکل اور اریبہ سے نہ ملنے کا دکھ بھی ہوا تھا مگر اپنی عزتِ نفس کی خاطر وہ کسی بھی جذبے اور احساس کو اولیت دینے پر راضی نہ تھی۔ اگر اریبہ اسے پھپھو کے ارادوں سے باخبر نہ کرتی تو وہ شاید اس مغرور اور اپنی ذات کے زعم میں مبتلا شخص کو بطور مہمان

digest library.com

برداشت کرلیتی مگر اب تو یہ خلوص و مروت بھی اسے دکھاوا لگ رہا تھا۔ حالانکہ اریبہ کے ذریعے وہ پھپھو کو کہلوا چکی تھی کہ وہ کبھی بھی خود کو خیراتی سکے کی طرح کسی کے کشکول میں نہیں ڈالنے دے گی لیکن پھر بھی پھپھو اسے پیچھے ہٹتی نظر نہیں آئی تھیں۔

دوسرے دن اسے کسی بہانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ علی صاحب ڈنر پر کہیں انوائٹ تھے اس لیے انہوں نے لنچ کی دعوت قبول کی تھی۔ اس دن اس کا کالج میں ہی سارا وقت لیب میں گزر گیا اور جب وہ شام کو گھر آئی وہ لوگ جا چکے تھے اور اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

❖❖❖

رات کو ٹوٹ کر بادل برسے تھے اور ہر سمت جل تھل ایک ہو گیا تھا۔ سیاہ بادل اب بھی دھیرے دھیرے بڑھ رہے تھے اور موسم میں سردی کا دور یکدم ہی بڑھ گیا تھا۔ لان میں لگے پیڑ پودے دھل کر نکھر گئے تھے۔ اس سرمئی بھیگے اجالے میں ان کی ہریالی اور پھولوں کی شوخیاں دل میں تراوٹ اور نگاہوں میں سرمستی بھر رہی تھیں۔

وہ بہت خوشگوار موڈ میں اپنے کمرے سے باہر آئی تھی۔ کچن سے آتی اشتہا انگیز خوشبوئیں پتا دے رہی تھیں کہ ماما جوش و خروش سے ناشتے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ہر سنڈے کو وہ اسی طرح ان کی چھٹیوں سے لطف اندوز ہوتی تھیں کہ ان کی محبت کا زیادہ تر حصہ بہترین کھانا کھلانے اور اعلیٰ لباس زیب تن کروانے پر مشتمل تھا۔

ہر سو پھیلا سناٹا اور سکون اس امر کی دلیل تھا کہ جناب حمزہ صاحب ابھی تک محو استراحت ہیں۔ اسے جگانے کے لیے وہ اس کے بیڈ روم میں آ گئی۔

وہ حسب معمول بڑی بے خبری سے سو رہا تھا بلینکٹ سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے۔ اسے شرارت سوجھی۔ ریفریجریٹر سے ٹھنڈے پانی کا جگ لے کر ٹائم پیس الارم لگا کر تکیے پر رکھ دیا اور خود جگ لے کر اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ دوسرے لمحے الارم پوری شدت سے بج اٹھا۔ حمزہ نے گھبرا کر کمبل چہرے سے ہٹایا اور اسی لمحے اس نے جگ میں بھرا ہوا یخ پانی اس کی طرف اچھال دیا۔

"مائی..... گاڈ۔" اس افتاد پر وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔

"آ..... آ..... آپ؟" حمزہ کے بیڈ پر علی کو بوکھلا کر پانی میں شرابور اٹھتے دیکھ کر خود وہ اس سے زیادہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی تھی۔

"یہ کون سا بے ہودہ طریقہ ہے بیدار کرنے کا؟" وہ ناگوار لہجے میں گویا ہوا۔

"وہ..... میں..... میں سمجھی حمزہ سو رہا ہے۔" ازمہ ابھی بھی شرمندگی و بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔ اسے جواب دے کر رکی نہیں تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔

"ارے! آپ نے بیڈ پر ہی منہ دھو لیا؟" اسی دم حمزہ اندر آیا۔ علی کو بھیگا ہوا دیکھ کر مسکرا کر شوخی سے بولا۔

"جی نہیں، یہ حملہ آپ پر ہونا تھا۔ آپ کے بیڈ پر سونے کے باعث مگر جس کی زد میں، میں آ گیا ہوں۔" علی بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اوہو، اوہ تھینکس گاڈ، اب سمجھا۔ یہ تخریبی کارروائی ہمشیرہ ازمہ خاتون کی ہے۔ شکر ہے، میں بچ گیا۔"

"وہاٹ؟"

"نہ..... نہ۔ میرا مطلب ہے، کبھی کبھی میری بہن ایسی حرکتیں کرنے لگتی ہے۔ دراصل میڈیکل کی ٹف اینڈ ڈرائی تعلیم ایسا دماغ تو بندے کا ہو جاتا ہے۔"

"پاگلوں کی ڈاکٹر ہیں کیا وہ؟"

"نہیں، لیکن اس کی حرکتیں بتا رہی ہیں کہ وہی جگہ اس کے لیے سوٹ کرے گی۔"

"رات اتنی جلدی سو گئی تھیں، بیٹی۔" دادا جان نے ازمہ کو دیکھتے ہی کہا۔

"جی، کل بہت تھک گئی تھی۔" ملازمہ کے ساتھ ٹیبل پر ناشتے کے لوازمات سیٹ کرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"کل آپ کہاں گئے تھے اور شاید آئے بھی دیر سے تھے؟"

digest library.com

"علی بیٹے کے ساتھ حب پر چلا گیا تھا' وہاں سے واپسی میں خاصی دیر ہوگئی تھی' اسی لیے میں نے اسے بھی جانے نہیں دیا۔ رات یہیں ٹھہرالیا تھا۔" انہوں نے تفصیل سے جواب دیا۔

"دادا جان! آپ اس شخص سے کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہوگئے ہیں۔" ملازمہ کے جانے کے بعد وہ سنجیدگی سے ان سے مخاطب ہوئی۔ "آپ کی گفتگو کا زیادہ تر حصہ اس شخص کی تعریفوں اور باتوں سے پر ہوتا ہے۔ آپ بہت زیادہ اعتماد کرنے لگے ہیں اس پر۔ ایک اجنبی اور غیر انسان پر اتنا زیادہ بھروسہ واعتماد' نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے۔"

"علی اجنبی اور غیر کس طرح ہوا بیٹی؟" اس کی بچکانہ دوراندیشی پر وہ مسکرا کر استفسار کرنے لگے۔

"سرفراز انکل کے فرینڈ کے بیٹے ہیں وہ' آپ سے کیا رشتہ ہوا ان کا؟"

"بیٹا! سگے رشتوں سے بڑھ کر پیار وخلوص' عزت و احترام کا رشتہ ہوتا ہے اور علی کی انہی خوبیوں نے ہمیں اس کا گرویدہ بنا ڈالا ہے۔"

"نہ معلوم کیوں مجھے ایسا لگتا ہے' فراڈ ہے یہ شخص۔" اندر داخل ہوتے علی کو دیکھ کر اسے خاموش ہونا پڑا تھا۔

وہ شخص لفظوں کی جادوگری سے واقف تھا۔ وہ ایسا سحر جانتا تھا' جو ایک بار اس سے ملتا تھا' اس کا ہو جاتا تھا۔ پہلے پھپھو جان کی فیملی اور پھر دادا جان' ماما' حمزہ' حتیٰ کہ گھر کے ملازم تک اس کی آمد پر خوش نظر آتے تھے۔ ماسوائے ازمہ کے سب ہی کے دلوں پر وہ حکمرانی کر رہا تھا۔ پہلی ملاقات والی کبیدگی ابھی تک ازمہ نہیں بھولی تھی۔ وہ اس سے اب بھی فاصلہ رکھ کر بات کرتی تھی کیونکہ اس کا زیادہ وقت دادا جان اور حمزہ کے سنگ یہاں گزرنے لگا تھا اور اس دوران اس کا رویہ تیزی سے تبدیل ہوا تھا۔ ازمہ نے خصوصاً نوٹ کیا تھا کہ وہ اس سے بات کرنے کے مواقع تلاشتا تھا۔

بظاہر اس کی شخصیت میں شائستگی ووقار تھا۔ متانت اور سنجیدگی و بردباری تھی لیکن نہ معلوم کیوں اسے اس کی نگاہوں میں غرور' احساسِ تفاخر اور عجیب سی پراسراریت نظر آتی تھی۔ کوشش کے باوجود وہ اس عجیب سے احساس سے دامن نہ چھڑا سکی تھی۔

"کیا ہوگیا ہے بیٹا' پہلے تو کبھی آپ نے اتنی تنگ دلی و بیزاری کا ثبوت نہیں دیا تھا؟" ماما اسے علی کی بار بار آمد و بے تکلفی پر برہم دیکھ کر حیرانی سے گویا ہوئیں۔

"پہلے کسی سے اتنے تعلقات حد سے بڑھے بھی نہیں تھے۔"

"کیا کیا ہے علی نے؟ میرے خیال میں تو اس کی آمد سے گھر میں رونق اور ڈسپلن آ گیا ہے۔ حمزہ اپنی فالتو اور فضول حرکاتیں چھوڑ کر سنجیدگی سے کاروبار میں لگ گیا ہے۔ ابا جان تو گویا اس کے روپ میں اپنے دوسرے بیٹے کو دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اس سے قبل میں نے انہیں کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا۔"

"یہی تو مجھے فکر ہے ماما' وقتی خوشی دائمی جدائیوں کے زخم کبھی نہیں بھرتی۔ وہ شخص آج ہے' کل چلا جائے گا اور دادا جان پھر اپنی دنیا میں لوٹ آئیں گے' نئے زخم کے ساتھ..... دادا جان سمجھوتا کیوں نہیں کر لیتے' انہیں یقین کر لینا چاہئے کہ تایا جان اور پاپا دونوں چلے گئے ہیں' کبھی نہ آنے کے لیے۔ پھر کیوں سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہیں؟" اس نے بھیگے لہجے میں کہا۔

"بہلنے دو میری جان۔ انہیں مت روکو۔ دل کو قرار آجائے گا تو خود سنبھل جائیں گے۔ بعض اوقات خواہشوں کے رشتے بڑے عجیب ہوجاتے ہیں۔"

❖❖❖

"ایک کپ کافی ملے گی؟" وہ ریک صاف کر کے پلٹ رہی تھی کہ خلاف معمول اس کی آواز سن کر ٹھٹک کر رک گئی۔

"جی' بنا کر بھیجتی ہوں۔" اسے کچن کے دروازے پر ایستادہ دیکھ کر اس نے کہا۔

"میں نے تو سنا تھا' پاکستانی لڑکیاں بہت مہمان نواز

digest library.com❤️❤️

اور بااخلاق ہوتی ہیں۔" وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوکر گمبھیر لہجے میں بولا۔ "لیکن آپ میں ایسی کوئی خوبی مجھے نظر نہیں آرہی۔ بلکہ آپ کے ایٹی ٹیوڈ سے محسوس ہوتا ہے کہ میں فوراً یہاں سے دفع ہوجاؤں۔" کافی چھینٹتے ہوئے اس کی زبردست قیافہ شناسی پر وہ لمحے بھر کو متحیر رہ گئی لیکن تھی نا مشرقی بیٹی' اخلاقیات کے خول میں بند' روایات وسماج کی قید میں مقید لڑکی۔ خاندانی نام ونمود اور ماں کی تربیت کی پاسداری کے لیے بولنا پڑا۔

"جی نہیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں مہمان کو رحمت سمجھا جاتا ہے۔"

"ہوں۔ مگر مجھ جیسے مہمان کے لیے کہا گیا ہے کہ دو دن کا مہمان' تیسرے دن کا وبال جان یا پھر تین دن کی رحمت' چوتھے دن کی زحمت!"

"آپ کافی کہاں پئیں گے؟" اس کی گہری گہری نگاہوں کی تپش سے اسے الجھن ہونے لگی تھی۔ دادا جان اور ماما کے خیال سے وہ اسے کھرا جواب دینا نہیں چاہ رہی تھی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ صاف کہہ دے' جب سب کچھ سمجھتے ہو تو دفع کیوں نہیں ہوجاتے؟ پاکستانی لڑکیاں مہمان نواز اور بااخلاق ہوتی ہیں مگر تم جیسے سرپھرے رئیس زادے پر یہ مہربانیاں کرکے اپنے خاندان اور اپنی ناموس کو پستیوں میں نہیں گراسکتیں۔ اسے خاموش دیکھ کر وہ دلکشی سے گویا ہوا۔

"کہہ دیجیے' جو سوچ رہی ہیں مگر کہہ نہیں پارہیں۔"

(واہ ٹیلی پیتھی کی اولاد' سوچیں پڑھنا خوب جانتا ہے) "میں کہہ رہی ہوں' آپ کافی کہاں پئیں گے؟" وہ جھنجلا کر کہہ اٹھی۔

"رہنے دیجیے' اب خواہش نہیں رہی۔" وہ چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

اگلا ہفتہ اس کے لیے شدید ٹینشن لے کر آیا تھا۔ علی نے اسے پرپوز کردیا تھا۔ پھپو جان' دادا جان اور انکل سرفراز اس پرپوزل سے ازحد خوش تھے' جبکہ ماما اور حمزہ اس کے انکار پر شش وپنج کا شکار تھے۔ انکل سرفراز ایک ماہ کے لیے ملک سے باہر گئے تھے' بزنس کے سلسلے میں تو پھپو اریبہ کو لے کر یہاں چلی آئیں اور ان کی آمد نے اس کا رہا سہا اطمینان' کچھ امید وآس کے دیئے یکدم ہی یہ کہہ کر بجھا دیئے کہ انہوں نے علی کے والدین کو اثبات میں جواب دے دیا ہے اور وہ لوگ اگلے ہفتے منگنی کرنے آرہے ہیں لہٰذا انہیں بھی اب تیاریاں شروع کردینی چاہئیں۔

"مجھے یہ پرپوزل قبول نہیں ہے' پھپو۔ میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا۔" انہیں سختی سے اپنے فیصلے پر ڈٹا دیکھ کر وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیوں' کیا برائی ہے علی میں؟"

"مجھے وہاں یا کہیں اور بھی شادی نہیں کرنی' ابھی میں اپنا کیریئر بنالوں۔"

"تمہارا کیریئر بنانے کے لیے ہی تو علی جیسے بندے کا انتخاب کیا ہے۔ بہت لکی ہو میری جان۔ مرد اگر پاور فل بیک گراؤنڈ کے ساتھ متاثر کن شخصیت بھی رکھتا ہو تو سپر اسٹار بن جاتا ہے۔ علی میں یہ سب خوبیاں ہیں۔ یعنی دولت بھی اور وجاہت بھی۔ سب لوگوں نے کتنی کوشش کی تھی اپنا داماد بنانے کی بلکہ میرے دیور اور دیورانی نے تو خود کہا تھا سونیا کے لیے مگر علی نے معذرت کرلی تھی۔"

"لیکن پھپو' میں......"

"خاموش رہو' کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں ہمارے درمیان بولنے کی۔ تمہاری بھلائی کے لیے ہی کررہے ہیں۔ تم نے ابھی میرا پیار دیکھا ہے' غصہ نہیں۔ بہت بری عورت ہوں میں۔" اسے اپنی ضد پر قائم دیکھ کر وہ غصے سے گویا ہوئیں۔

"ہاں۔ اتنی بری کہ راتوں کو جب بچے اٹھ کر روتے ہیں تو مائیں کہتی ہیں جلدی سوجاؤ' نہیں تو وہ بری عورت آجائے گی۔" حمزہ نے سہم کر آواز نکالی۔

"تم کبھی بھی سنجیدہ نہیں ہونا۔" ماما نے قریب رکھی چپل کھینچ کر ماری۔

digest library.com

"میں سنجیدہ تو ہوں ماما' آپ لوگ ہی سنجیدہ نہیں ہو رہے۔"

"ابھی تمہاری کوئی بکواس نہیں سنی جائے گی۔"

"کیا کہہ رہا ہے بھائی جان۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئیں' جبکہ ازمہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں' ازمہ سے پورے پانچ منٹ بڑا ہوں' میرا کسی کو خیال کیوں نہیں آتا؟ شادی نہ سہی کم از کم منگنی ہی کر دیں تاکہ کچھ تو دل بے قرار کو قرار آ جائے۔ زندگی' زندگی لگنے لگے۔" وہ ترنگ میں گویا ہوا۔ پھپھو ہنسنے لگیں تو ماما کو بھی مسکرانا پڑا تھا۔

"شرم کرو کچھ۔ یہ تمہاری پھپھو ہی نہیں' ہونے والی ساس بھی ہیں۔"

"جبھی تو کہہ رہا ہوں' شاید ان کو ہی کچھ میرے سونے جیون پر ترس آ جائے۔"

قبل اس کے کہ وہ کوئی اور بکواس کرتا' اس کا دوست بلانے آ گیا اور وہ چلا گیا۔

"شارقہ! میرا دل نہیں مان رہا۔ اگر ازمہ نہیں مان رہی تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ علی بھی تو کینیڈا گیا ہوا ہے' اپنے والدین کو لینے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔" تنہائی پاتے ہی سمیرا بیگم' جو بیٹی کے انکار سے فکرمند تھیں' ان سے مخاطب ہوئیں۔

"بھابی! آپ بھی بچی کی بات کو سنجیدہ لے رہی ہیں۔ ابھی اپنی تعلیم کی وجہ سے شاک میں ہے' خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ پریشان مت ہوں۔"

دو ہفتوں بعد علی اپنے والد آصف سرمد کے ساتھ لوٹ آیا تھا۔ آصف صاحب سے مل کر سب ہی بہت خوش ہوئے تھے۔ وہ علی کی طرح ہی با اخلاق اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ ازمہ بہت پسند آئی تھی انہیں' البتہ فارحہ بیگم سے کسی کی ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ فلو ہو جانے کے باعث وہ ساتھ نہ آ سکی تھیں۔ آصف صاحب خود ہی منگنی کی تاریخ مقرر کر گئے تھے۔

ابھی منگنی کے کارڈ پرنٹ ہو کر آئے ہی تھے کہ کال آ گئی' فارحہ بیگم باتھ روم میں سلپ ہو گئی ہیں اور ان کی ٹانگ میں زبردست فریکچر ہو گیا ہے۔

"یہ تو بہت برا ہوا' شارقہ۔ کارڈ آ گئے ہیں۔ منگنی میں اب دن کہاں رہ گئے ہیں۔ ایسے میں ان کا فریکچر..... زیادہ دن بھی لگ سکتے ہیں۔ نہ معلوم وہ ہاسپٹل سے اب کتنے عرصے میں ڈسچارج ہوں۔" ماما کا پریشانی و فکرمندی سے برا حال تھا۔

"نہیں' شاید زیادہ دن نہیں لگیں گے' وہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ نہیں ہیں' گھر پر ہی ہیں۔ علی نے جو بنگلہ خریدا ہے' وہ کل اسی میں شفٹ ہو گئی ہیں۔ چلیں وہاں چل کر ان کی عیادت تو کر آئیں اور اگر موقع مل گیا تو بات بھی کر لیں گے۔" شارقہ پھپھو ہر حال میں خوش اور مطمئن رہنے والی خاتون تھیں اور دوسرے کو بھی کسی فکر و پریشانی میں مبتلا نہیں رہنے دیتی تھیں۔ سو ماما اور ابا جان کے ہمراہ وہاں چلی گئی تھیں۔ واپسی توقع کے برخلاف جلد ہی ہو گئی تھی ان کی۔

"آپ لوگ اتنی جلدی واپس آ گئے؟" اریبہ نے حیرانی سے دریافت کیا۔

"ہم وہاں عیادت کو گئے تھے نہ کہ ڈیرہ ڈالنے؟ ان سے ملے اور آ گئے۔" شارقہ نے مسکرا کر کہا' جبکہ کشنز پر کور چڑھاتی ازمہ کی حساس نگاہوں نے ماما کے چہرے پر تفکرات کے گہرے سائے محسوس کر لئے تھے۔ پھپھو جان بھی بظاہر مسکرا کر بات کر رہی تھیں مگر ان کے چہرے اور نگاہوں میں بھی الجھنیں تیر رہی تھیں۔

"میں کچھ دیر آرام کروں گی' سر میں درد ہو رہا ہے۔" ماما اٹھیں تو پھپھو بھی ان کے ساتھ اٹھ کر ان کے بیڈروم میں چلی گئیں۔

"مجھے تو لگتا ہے' تمہاری ساس نے ہماری مدرز کو لفٹ نہیں دی ہے۔" ان کے جانے کے بعد اریبہ شوخی سے بولی۔

"میں کیا بتا سکتی ہوں۔" وہ کشنز صوفوں پر ترتیب سے رکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

digest library.com

"یہ تو بتا سکتی ہو نہ کہ اس مغرور اور بد دماغ شخص سے کس طرح رشتہ استوار کرنے پر راضی ہوئیں؟ تم تو اس کی پرچھائیں سے بھی نالاں تھیں۔" وہ اس کے ساتھ کچن میں آ گئی' جہاں وہ چائے تیار کرنے لگی تھی۔

"ویری سمپل..... پھپھو کا مزاج جانتی ہو' جو سوچ لیں' کر کے دکھاتی ہیں اور سب سے خوفناک بات یہ تھی کہ کہنے لگیں' تم اس رشتے پر راضی نہیں ہو تو اس کا نام بتاؤ' جس کے لیے تم انکار کر رہی ہو۔ بس یہیں میں شکست کھا گئی۔"

"شکست نہیں' فتح۔ پتا ہے' علی بھائی نے خود مما سے کہا تھا کہ اگر تم سے شادی نہیں ہوئی تو کسی سے نہیں کریں گے اور مما کی تو دلی مراد بر آئی۔ کہنے لگیں' فکر مت کرو' ازمہ صرف تمہاری ہی دلہن بنے گی۔"

"یہ چاول صاف کرو' میں ماما اور پھپھو کو چائے دے کر آتی ہوں۔" دھک دھک کرتے دل کو سنبھالتی' چاول کی ٹرے اسے پکڑاتی' چائے کے مگ لے کر کچن سے نکل آئی۔ دل کی دھڑکنیں یکدم ہی خوشگوار ہو گئی تھیں۔

ماما' دادا جان' حمزہ' پھپھو اور اریبہ نے ہر دم اس کا ذکر کر کر کے اس کے دل کو اس شخص سے انسیت پیدا کرا دی تھی۔ پہلے پہل تو اسے سخت ناگوار گزرتا تھا' چڑ محسوس ہوتی تھی اس کی آمد سے' اس کے ذکر سے' اس کی نگاہوں سے مگر پانی کا گرتا مسلسل قطرہ جب سنگلاخ چٹان کے سینے میں سوراخ کر ڈالتا ہے تو اس کا دل جو پھولوں سے زیادہ نرم و ملائم تھا' بھلا اس میں گداز پیدا کیوں نہیں ہوتا۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اندر بڑھ گئی لیکن دوسرے لمحے ماما کی آواز نے اس کے قدم روک دیئے۔ وہ ٹھٹک کر پردے کے پیچھے رک کر سننے لگی۔

"علی اور آصف صاحب سے مل کر تو لگتا ہی نہیں کہ ہم غیروں سے مل رہے ہیں مگر مسز آصف کا رویہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ ہم ایک گھنٹہ بیٹھ کر آ گئے۔ انہوں نے ہمیں اندر آنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ ملازمہ سے کہلواتی رہیں کہ وہ سو رہی ہیں' آرام کر رہی ہیں۔ ان کے حکم کے بغیر کسی کو اجازت نہیں ہے' ان کے بیڈ روم میں داخل ہونے کی۔ یعنی حد ہو گئی۔ ایسا سلوک تو کوئی نہیں کرتا اور جب کہ جانتی بھی تھیں کہ ہم ان کے بیٹے کے سسرال والے ہیں اور تم نے بھی نہیں بتایا کہ وہ ایسی بدمزاج اور بے حس خاتون ہیں۔ آخر کو تم تو پہلے بھی ان سے مل چکی ہو گی؟" وہ سخت کبیدہ اور پشیمان نظر آ رہی تھیں۔

"میں پہلے کبھی نہیں ملی۔ دراصل آصف بھائی اور ارسلان کی فرینڈ شپ کو اتنا طویل عرصہ نہیں ہوا لیکن مختصر سے عرصے میں بہت کلوز فرینڈ شپ ان کے درمیان ہو گئی۔ وہ تو کئی بار پاکستان آتے رہے ہیں۔ علی اور مسز آصف پہلی بار آئے ہیں۔ آپ فکر مت کریں' شاید بیماری کے باعث وہ ایسا فیل کر رہی ہوں۔ بعض لوگ کچھ زیادہ ہی اثر لے لیتے ہیں' ایسی پرابلمز کا تو ان کے مزاج میں ایسی عدم اعتمادی و سرد مہری کے عنصر بڑھ جاتے ہیں۔"

"میرا دل نہیں مانتا شارقہ! بات ابھی ہمارے اختیار میں ہے' کیوں نہ معذرت کر لی جائے ان سے۔ ہمیشہ کے لیے پچھتانے سے چند دنوں کا پچھتاوا بہتر ہے۔"

"ارے! آپ بہت جلد ہمت ہار دیتی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کی ماں کا رویہ کچھ بھی سہی' مگر علی تو ازمہ کو چاہتا ہے' یہی بہت ہے ہمارے لیے۔ جوان اور کماؤ بیٹے کی ماں زیادہ دن تک ناراض نہیں رہ سکتی۔" پھپھو کی آواز میں حسب عادت اطمینان و آسودگی تھی' وہ آگے بڑھ گئی۔

فارحہ بیگم کو ڈاکٹر نے دو ماہ کا بیڈ ریسٹ بتایا تھا کیونکہ ان کی ٹانگ میں کریک آ گیا تھا اور وہ بمشکل ہی چند قدم چل سکتی تھیں۔ ان کی حالت کے پیش نظر آصف صاحب اور علی نے منگنی کو کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر دیا تھا۔ لیکن آصف صاحب نے نازک سی خوب صورت انگیجمنٹ رنگ اس کی انگلی میں پہنا کر یہ کہہ دیا تھا کہ وہ ان کے بیٹے کی امانت ہے اور فارحہ کے صحت مند ہوتے ہی

digest library.com

وہ اسے بہو بنا کر لے جائیں گے۔

پھپھو جان نے شادی کی تیاریاں کروانی شروع کردی تھیں۔ اس دوران وہ ماما کو لے کر فارحہ بیگم سے تین بار مل کر آئی تھیں اور انہیں خاصی کم گو اور سخت مزاج پایا تھا مگر ایک بات سے ماما مطمئن ہوگئی تھیں کہ وہ علی کی پسند سے خوش ہیں اور ان کی یہ خواہش تھی کہ ان کے بیٹے کی پسند ان کی بھی پسند ہو۔ فی الحال انہوں نے ابھی اسے نہیں دیکھا تھا مگر ماما سے درخواست کی تھی کہ وہ علی اور ازمہ کو تنہا گھومنے پھرنے کا موقع دیں تاکہ ان میں انڈر اسٹینڈنگ ہو اور وہ ایک دوسرے کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ بعد میں کوئی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ان کی فیملی روشن خیال اور پڑھی لکھی تھی، وہاں ایسی باتوں کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سو علی کی منگنی کے بعد آمد کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ وہ اکثر ازمہ سے مخاطب بھی ہوتا تھا۔ وہ بہت عام سے انداز میں اس کی باتوں کا جواب دے دیا کرتی مگر اس کے ساتھ باہر جانے کو وہ کبھی تیار نہیں ہوتی تھی اور اس انکار کو علی سخت ناپسند کرتا تھا۔

"شاید آپ مجھ پر اعتبار نہیں کرتیں۔" اس بار بھی اس نے اس کی ڈنر کی دعوت مسترد کردی تو وہ خفگی بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"اعتبار کی بات نہیں ہے، بس مجھے یہ سب پسند نہیں ہے۔" ازمہ نگاہیں جھکا کر بولی۔

"یہ سب سے کیا مراد؟ صاف کہو، میں پسند نہیں ہوں تمہیں۔" اس کے قریب آ کر تیکھے لہجے میں کہنے لگا۔ وہ اتنا قریب تھا کہ ملبوس سے اٹھتی ہوشربا مہک اس کی سانسوں میں پھیلنے لگی۔ سحر انگیز نگاہوں کی تپش سے اس کے رخسار دہک اٹھے تھے۔ وہ غیر ارادی طور پر دور کھسکی تھی۔

"نہ معلوم آپ کیا سننا چاہتے ہیں مجھ سے مگر میں آپ کو بتادوں، ہم لوگ کتنے ہی روشن خیال ہوجائیں، خود کو اپنی روایات اور ذہنی پسماندگی سے نہیں بچا سکتے۔ معاشرے کے رواج اور دستور سے بغاوت ہمیں بے سکون رکھتی ہے۔"

"میں معاشرے کی نہیں، صرف آپ کی رائے مانگ رہا ہوں کہ آپ کو میرا ساتھ قبول ہے یا نہیں؟" اس نے جھک کر اس کی نگاہوں میں دیکھتے ہوئے مخمور لہجے میں کہا۔

"میرے بزرگوں کی رضا میری رضامندی ہے۔" اسے اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمے دیکھ کر اسے جواب دینا ہی پڑا اور اس کے جواب سے وہ خاصا مسرور ہوا تھا کہ درپردہ اس نے اپنی مرضی بتادی تھی۔

"تھینکس گاڈ، ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ خوش نہیں ہیں۔"

"چائے پئیں گے آپ؟" اس کی گہری گہری نگاہوں سے وہ سخت کنفیوژ ہو رہی تھی۔

"چائے کی نہیں، اب صرف تمہاری "چاہ" کی ضرورت ہے۔" بھاری لہجے میں کہتا ہوا وہ آنکھوں میں طوفان لیے اس کی طرف جھکا تھا۔

"آپ دادا جان کی طرف جائیں، میں کافی لے کر آرہی ہوں۔" اس کا ارادہ بھانپ کر وہ سرعت سے کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"اوہ شٹ۔" اپنی ناکامی پر وہ کھول کر رہ گیا۔

❖❖❖

"کیا بات ہے؟ آج کل بہت الجھے الجھے پریشان سے رہتے ہو، کیا ہوا ہے؟" فارحہ بیگم آرام سے چلتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئیں۔ انہیں بلا دستک دیئے اندر دیکھ کر احتراماً کھڑا ہوا تو انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود عینک کے دبیز شیشوں کے پیچھے سے اپنی کھوجتی نظروں سے اس کا بغور جائزہ لینے لگیں۔

"آپ پریشان مت ہوں ممی! آپ کی خواہش کا احترام میرے جذبوں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔" وہ آہستگی سے ان سے گویا ہوا تھا۔

"نہ معلوم کیوں مجھے محسوس ہونے لگا ہے کہ میں یہ تمنا، یہ زخم، یہ حسرت دل میں لے کر مرجاؤں گی اور....."

digest library.com

"پلیز مما' پلیز..... اس طرح نہیں زخمی کیا کریں میرے دل کو۔" وہ ان کی بات قطع کر کے تڑپ کر گویا ہوا۔

"رہنے دو یہ بناوٹی' جھوٹی' دغا باز محبت کی باتیں..... اگر تمہیں میری رتی بھر بھی پروا ہوتی تو تم اس طرح وقت برباد کرتے؟ پہلے راستے مسدود تھے مگر اب تو ہر راہ کھلی ہوئی ہے تمہارے لیے' بہت سہولت سے تم میری خواہش کی تکمیل کر کے میری برسوں کی آرزو پوری کر کے سکون' آسودگی اور طمانیت کا احساس دے سکتے ہو مجھے۔ طویل عرصے سے میں جلتی ہوئی آئی ہوں' میرا ایک ایک عضو' ایک ایک سانس جل رہا ہے۔ میں خاک ہو رہی ہوں' اب صرف تمہاری ذات ہے جو مجھے اس آگ سے نجات دلا سکتی ہے لیکن شاید تم....."

"پلیز مما! مجھے کچھ وقت اور دیں۔ میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا' پلیز۔" وہ مضبوط لہجے میں کہہ اٹھا تو کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کر کے وہ اپنے کمرے میں چلی آئیں۔ اضطراب و بے سکونی ایک عرصے سے ان کے وجود کا حصہ بن چکی تھی۔ مگر پچھلے کچھ عرصے سے اکلوتے جانِ سے عزیز بیٹے کو وہ جس اضطراب و اضطرار کی کیفیت میں دیکھ رہی تھیں' اس سے وہ مزید بے چین و بے قرار ہو گئی تھیں۔ علی کی نگاہوں میں روشن محبت کے چراغ ان کی جہاندیدہ نظروں سے کس طرح مخفی رہ سکتے تھے۔ محبت خوشبو کی طرح ہوتی ہے اور خوشبو کو کبھی قید نہیں کیا جا سکتا مگر انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ کبھی ایسا ہونے نہیں دیں گی۔ علی کی نوزائیدہ محبت کے آگے ان کی نفرت و انتظار کی عمر وسیع تھی۔ پھر بھلا علی کس طرح ان کی امنگوں اور حسرتوں کو شکست دے سکتا تھا؟

اس وقت وہ صرف ایک عورت تھیں۔

انتقام و نفرت کی آگ میں جلتی' خود غرض و خود پسند عورت۔

آج سے تیس سال قبل وہ بہت نرم دل' با اخلاق و پر خلوص دوشیزہ تھیں۔ انہیں آج بھی یونیورسٹی کی وہ تلخ شام یاد تھی جس نے ان کی زندگی میں سیاہی پھیلا دی تھی اور ان کا آنچل حیات' سیاہ بن کر رہ گیا تھا۔

❖❖❖

"تم اتنا خاموش کیوں رہتی ہو؟" ندا نے اس کی مسلسل خاموشی سے چڑ کر کہا۔

"کیوں؟ بری بات ہے؟" وہ دھیمے سے مسکرا کر بولی۔

"نہیں۔ بہت فخر کی بات ہے۔ شاید میں ہی پاگل ہوں جو بک بک کرتی رہتی ہوں۔"

"ہوں۔ میری خالہ بھی یہی کہتی ہیں۔"

"کیا؟"

"زیادہ بک بک کرنے والے پاگل ہوتے ہیں۔" اس کے لہجے میں شرارت تھی۔

"لیکن ان دو پاگلوں کا کیا ہوگا' جو تمہارے خیالوں میں گم رہنے لگے ہیں۔ جانتی ہو کل باسط تمہارے بارے میں کہہ رہا تھا کہ اسے ایسی ہی لڑکیاں پسند ہیں' خاموش رہنے والی' سوبر' سنجیدہ طبیعت کی۔ کسی سے فری نہ ہونے والی' اپنے خول میں' اپنے حال میں مست لڑکیاں۔"

"تم نے منہ کیوں نہیں توڑا اس کا؟" وہ شدید غصے سے بولی۔

"خواہ مخواہ..... اتنی زبردست پرسنالٹی ہے باسط جعفری کی' ہر لڑکی اس کی نظر عنایت کی منتظر رہتی ہے اور تم ہو کہ....."

"پلیز..... پلیز ندا' ہر لڑکی نہیں۔ کم از کم مجھ جیسی لڑکیاں اس کی پرچھائیں سے بھی بچ کر چلتی ہیں۔ وہ نمبر ون فلرٹ اور بدقماش شخص ہے' جو اپنی دولت و امارت کی بنا پر یہاں پڑھنے نہیں' اپنی زیست کے لمحوں کو رنگین بنانے آتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جتنا دور رہا جائے' اتنا ہی فائدے مند ہوتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا..... آصف رضوی کے متعلق کیا خیال ہے؟ باسط جعفری سے زیادہ دولت مند ہے مگر عام سی صورت لیکن بہترین اخلاق اور شرافت کا حامل ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے مگر اظہار

digest library.com

صرف نگاہوں سے کرتا ہے۔ زبان سے کہتے ہوئے ڈرتا ہے۔'' ندا کا یہ پسندیدہ موضوع تھا۔

''دولت و ثروت میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی' صورت عام ہو یا خاص' کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دل میں چھپے جذبے اور محبت خالص اور بے داغ ہونی چاہئے۔ میں پیار' محبت' عشق ان فضولیات پر کوئی یقین نہیں رکھتی' الوہی جذبے اور سچی محبتیں ناپید ہو چکی ہیں' اس الیکٹرانک دور میں۔'' وہ فائلیں اور بیگ اٹھا کر آگے چل پڑی تو گھنے درختوں کے پیچھے کھڑے آصف نے دل میں عہد کیا کہ وہ اسے بتا کر رہے گا کہ سچی محبتیں ہر دور میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سمجھنے والا ہونا چاہئے۔

پھر اکثر ہی باسط جعفری اس کی راہوں میں آنے لگا۔ شروع شروع میں وہ اسے نظر انداز کر کے گزر جاتی۔ اس کی بے باک نگاہوں اور معنی خیز فقروں کو درگزر کر جاتی۔ وہ اس کی اس خاموشی' تحمل کو اس کی رضامندی سے تعبیر کرنے لگا۔ ویسے بھی اسے اپنی بھرپور وجاہت اور دولت کا از حد گھمنڈ تھا۔ جامعہ میں بھی بیک وقت اس کا کئی لڑکیوں سے چکر چلتا تھا۔ لڑکیاں آنکھیں اور کان رکھنے کے باوجود اس کی فریب کاری کا شکار ہو جاتی تھیں۔

لائبریری میں نوٹس بناتے ہوئے اسے کافی دیر ہو گئی تھی۔ وہ باہر آئی تو پوائنٹس جا چکے تھے۔ اس نے گھبرا کر دور تک جاتی' سنسان سڑک کو دیکھا۔ آج ندا نہیں آئی تھی ورنہ وہ ضرور کوئی حل نکال لیتی۔ وہ اس معاملے میں بالکل اناڑی تھی۔ اچانک ہی گرلز ہاسٹل کے گیٹ سے سرخ گاڑی برآمد ہوئی تھی اور لمحوں میں اس کے سامنے آ کر رک گئی تھی۔ ڈرائیونگ ڈور سے جھانکتے' مسکراتے' دیکھتی آنکھوں والے چہرے کو دیکھ کر اس کے اندر تک کڑواہٹ بھر گئی۔

''آیئے نا پلیز' اب کوئی پوائنٹس نہیں ملے گا۔ آیئے آپ کی اپنی کار ہے۔'' وہ فرنٹ ڈور کھول کر دلکشی سے مسکرا کر بولا۔

''جی نہیں۔ آخری پوائنٹس آئے گا ابھی۔''

''جب خدمت کرنے والے موجود ہیں تو پھر کیوں تکلف کر رہی ہیں۔''

''خدمت جا کر اپنی ماں کی کیجئے۔ مجھے ان فضولیات سے مستفید ہونے کا قطعی شوق نہیں۔'' جتنا روڈ اس کا لہجہ تھا' اس سے زیادہ خراب اس کے چہرے کے تاثرات تھے۔ باسط جعفری کو پل بھر کو اپنا آپ اس کے آگے بہت حقیر و بے وقعت سا لگا مگر دوسرے ہی لمحے اپنی ہتک و توہین کا احساس اسے سرخ کر گیا۔ وہ لیڈی کلر تھا' جس کی نگاہ کی ایک جنبش پر لڑکیاں مچھلی کی طرح پھسلتی ہوئی اس کی آغوش میں آ گرتی تھیں۔ اس شخص کو اس لڑکی کی بے نیازی و بیگانگی راتوں کو بے خواب اور دن کو بے کل رکھنے لگی۔ وہ اسے اتنی حقارت و نفرت سے دھتکارے' وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ ابھی وہ زخمی ناگ کی طرح کار سے نکلنے ہی والا تھا کہ سامنے سے آتے پوائنٹس کو دیکھ کر کار آگے بڑھا دی اور قہر آلود نگاہیں اس پر ڈال کر چلا گیا۔

❖❖❖

''کیا بات ہے خالہ جان! بہت خوش نظر آ رہی ہیں؟'' وہ گھر میں داخل ہوئی تو انہیں تنہائی میں خود سے باتیں کرتے دیکھ کر حیرت سے بولی۔

''اللہ نے سن لی بیٹی! نصیب کھل گئے تمہارے۔'' وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر مسرت سے کانپتی آواز میں گویا ہوئیں۔ اس نے فائلیں اور بیگ ٹیبل پر رکھا۔ منہ دھو کر آئی تو خالہ چائے کے ساتھ دیگر لوازمات سجائے بیٹھی تھیں۔

''اتنا اہتمام' کیا کوئی خاص مہمان آئے تھے؟'' اس نے چکن رول کھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں خاص الخاص۔ تمہارے سسرال والے۔'' خالہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔ اس کا تیزی سے چلتا ہوا منہ یکدم رک گیا۔

''اس قدر حیران کیوں ہو رہی ہو؟ ایسا تو ایک دن ہونا ہی تھا' پھر لڑکا بھی تمہارا دیکھا بھالا ہے۔ پڑھا لکھا' سمجھ

digest library.com

دار اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ کاروبار بہت اچھا ہے اس کا۔"

"کون؟ خالہ جان! کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"آصف رضوی' تمہارے ساتھ ہی تو پڑھتا ہے۔ وہ آیا تھا' اپنی کسی رشتے دار کو ساتھ لے کر۔ ماں اس کی ہے نہیں' باپ نے دوسری شادی کر لی۔ وہ بیوی کے ساتھ کینیڈا میں رہتا ہے' آصف بھی پڑھائی مکمل کر کے وہاں چلا جائے گا' ساتھ اپنی بیوی کو یعنی تمہیں لے کر۔"

خالہ جان سکون سے بتا رہی تھیں اور اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ آصف رضوی' جو بہترین اسٹوڈنٹ ہونے کے باوجود الگ تھلگ رہتا تھا' اس کی بات چیت سب سے تھی مگر کسی سے وہ فری نہیں ہوتا تھا' شاید اسے اپنی گہری سانولی رنگت' معمولی سے نقوش اور پستہ قد ہونے کا کمپلیکس بھی تھا مگر خود اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اکثر اس کی نگاہوں کے حصار میں رہتی تھی اور اس حقیقت سے ندا بھی جلد ہی آشنا ہو گئی تھی لیکن ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اس نے کوئی معمولی سی پیش رفت بھی نہیں کی تھی۔ وہ چوری چوری اسے دیکھتا تھا۔ اگر ایسے میں کبھی اتفاقاً اس کی نگاہ اٹھ جاتی تو فوراً نگاہیں چرا لیا کرتا تھا۔ عموماً اس کے اردگرد ہی پایا جاتا تھا۔

"دیکھو بیٹی! تم سے میرا دہرا رشتہ ہے' میں تمہاری خالہ بھی ہوں اور چچی بھی۔ اللہ نے مجھے اولاد سے محروم رکھا' باجی نے تمہیں میری گود میں ڈال کر میری اور تمہارے چچا کی تشنگی مٹا ڈالی تھی۔ یہ وقت کی ستم ظریفی تھی کہ اس نے یکے بعد دیگرے تینوں رشتوں کو چھین کر ہمیں بے بس و بے سہارا چھوڑ دیا تھا۔ اب ہم ہی ایک دوسرے کا سہارا ہیں بیٹی' آصف مجھے بے حد پسند آئے۔ بے شک وہ تمہارے جوڑ کے نہیں ہیں مگر حسن ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا۔ اعلیٰ اخلاق اور بے لوث محبت سے بڑھ کر حسین شے کوئی نہیں۔"

"خالہ جان! میری نگاہ میں مرد کی وجاہت نہیں' شرافت اہمیت رکھتی ہے۔ اگر آپ مطمئن ہیں' آصف میں آپ کو وہ ساری خوبیاں محسوس ہوئیں جو ایک باکردار اور باوفا شوہر میں ہونی چاہئیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" وہ سر جھکا کر آہستگی سے گویا ہوئی تو انہوں نے مگ میں چائے نکالتے ہوئے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔

ان کی منگنی بہت دھوم دھام سے ہوئی۔ یونیورسٹی کے بہت سے دوستوں نے شرکت کی تھی۔ آصف کی طرف سے خاصے معزز لوگوں نے شرکت کی تھی۔ منگنی کی رات کینیڈا سے آصف کے لیے کال آئی کہ اس کے والد کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے اور اسے کینیڈا فوراً جانا ہے۔ وہ ایئرپورٹ جانے سے قبل اس سے ملنے آیا تھا۔

"اب یقین آیا کہ اس دور میں بھی سچی محبت اور لازوال عشق موجود ہے؟" پہلی بار اس کی محبت سے لبریز آنکھیں بڑے استحقاق سے اس کے خوب صورت چہرے پر مرکوز تھیں اور اس کی نگاہیں حیا کے بوجھ سے جھک گئی تھیں۔

"میری فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم خوش تو ہو نا؟"

"ناخوش ہونے کی بات تو نہیں ہے یہ۔" وہ دھیرے سے مسکرا کر بولی۔

"تم چاندنی رات میں چھائی ہوئی چاندنی کا فسوں خیز حسن رکھتی ہو اور میں بجھے ہوئے چراغ کی سیاہی جیسا ہوں' کیا میرا ساتھ.....؟"

"پلیز آصف' میں حسن پرست نہیں' وفا پرست ہوں۔ مرد کا بے داغ و بے غرض ہونا ہی اس کی اصل خوب صورتی ہے۔ ظاہری حسن سدا نہیں رہتا۔ اگر کل میں بدصورت ہو گئی تو کیا آپ مجھ سے محبت کرنا چھوڑ دیں گے؟"

"نہیں۔ میں نے تمہاری سیرت کی پرستش کی ہے فارحہ' میں ہر حال میں تمہیں چاہوں گا۔" اس کے لہجے میں یقین و اعتماد کی پختگی تھی۔

❖❖❖

digest library.com

''کیا یہ سچ ہے کہ تمہاری منگنی اس گھونچو کے ساتھ ہوگئی ہے؟'' وہ پیریڈ اٹینڈ کر کے باہر نکل رہی تھی' جب وہ ایک دم اس کی راہ میں کھڑا ہوگیا۔

''جی ہاں۔'' وہ تحمل سے اس سے مخاطب ہوئی۔

''ایسا اس میں کیا ہے' جو مجھ میں نہیں ہے؟'' اس کا انداز جارحانہ تھا۔

''مجھے فالتو بکواس سننے کی عادت نہیں ہے' مسٹر! راستہ چھوڑیے میرا۔''

''نہیں' ہرگز نہیں۔ اب نہ راستہ چھوڑوں گا اور نہ تمہیں' میں ایک ہفتے کے لیے یہاں سے غیر حاضر کیا ہوا کہ تم اس سیاہ آندھی سے ناتا جوڑ بیٹھیں۔''

''زبان سنبھال کر بات کرو۔ بہتر ہوگا کہ آئندہ میرے منہ نہ لگو۔'' وہ زیادہ دیر خود پر قابو نہ پا سکی تھی۔ غصے سے گویا ہوئی۔

''اور تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ تم اس کوئلے کی کان سے فوراً رشتہ توڑ کر میرا پرپوزل قبول کرو ورنہ انجام بہت بھیانک ہوگا۔''

اس دوران اسٹوڈنٹس کی بھیڑ وہاں لگ چکی تھی اور باسط اپنی ازلی کمینگی سے بول رہا تھا۔ ذلت و توہین کے احساس سے اس کی شریانوں میں شعلے دوڑنے لگے تھے۔ ایک دلچسپ تماشا بن کر رہ گئی تھی وہ اس وقت۔

''میں کل آرہا ہوں' تیار رہنا۔'' اس نے جھک کر اس کا رخسار چھوتے ہوئے کہا اور اگلا لمحہ اس کے لیے بھاری ثابت ہوا تھا۔ فارحہ نے طمانچہ اس کے گال پر مارا تھا اور وہاں ایک دم سناٹا پھیل گیا۔

''یہ تھپڑ تمہیں' تمہاری اوقات یاد دلاتا رہے گا۔ ہر لڑکی کھلونا نہیں ہوتی۔'' باسط کو اس سے اتنی جرات مندی اور بہادری کی توقع نہیں تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ پھر اس کے اندر خوفناک آتش فشاں پھٹا تھا۔

''آج یونیورسٹی نہیں جانا کیا؟'' اسے آرام سے بستر میں لیٹے دیکھ کر خالہ جان مخاطب ہوئی تھیں اور اون سلائیاں لے کر وہیں بیٹھ کر سوئیٹر بننے لگی تھیں۔

''موڈ نہیں ہے آج۔'' کل کی کوفت ابھی تک اس پر سوار تھی۔ گو کہ باسط جعفری کو تھپڑ مار کر اسے ایک گونہ آسودگی محسوس ہوئی تھی مگر حساس طبیعت پر ناگوار سا بوجھ بھی محسوس ہو رہا تھا' خود کا تماشا بن جانے کے خیال سے۔

''ٹھیک ہے۔ کل آصف کا فون آیا تھا۔ اس کے والد کی حالت بہت خراب ہے۔ آج بھی فون کرے گا وہ' تم بات کر لینا۔''

شام کی چائے پی کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ کال بیل کی آواز پر خالہ جان گئی تھیں اور چند لمحوں بعد اس کے کمرے میں آ کر گویا ہوئیں۔

''یونیورسٹی سے تمہارے کلاس فیلو آئے ہیں تمہاری خیریت معلوم کرنے کہ تم آج یونیورسٹی گئی کیوں نہیں۔ تم چائے وغیرہ بنا کر لے آؤ میں ان کے پاس ڈرائنگ روم میں بیٹھتی ہوں۔''

''یونیورسٹی سے کون آیا ہے؟'' وہ حیرانی سے اٹھتے ہوئے بولی۔

''ہم ہیں اور کون آ سکتا ہے۔'' باسط اپنے دو دوستوں کے ہمراہ اس کے روم میں ہی چلا آیا تھا۔ اسے اندر دیکھ کر جہاں وہ بوکھلائی تھی' خالہ بھی گھبرا کر بولیں۔

''ارے بچو! یہاں کہاں چلے آئے؟ ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔''

''ہم یہاں ساری زندگی بیٹھنے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ کام ختم ہوتے ہی چلے جائیں گے۔ فرحان! تم ان معزز خاتون کو نہایت احترام سے یہاں سے لے جاؤ۔ وقار! خیال رکھنا' نہ ان کی آواز نکلے اور نہ ہاتھ پاؤں حرکت کریں۔'' اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو انہوں نے جھپٹ کر خالہ جان کو پکڑا اور ان کے منہ پر ہاتھ رکھے باہر گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔

''تم..... تم.....! یہ سب کیا ہے؟'' لمحے بھر میں وہ بے جان ہوگئی تھی۔ باسط کی آنکھوں میں آگ دہک رہی

digest library.com

تھی۔ مکروہ اور ناپاک ارادے صاف عیاں تھے۔ وہ خباثت سے مسکراتا ہوا اس کی جانب دھیرے دھیرے بڑھ رہا تھا۔

"میں نے تمہیں دل سے چاہا تھا' تمہیں پانے کی جستجو کی تھی مگر تم نے نفرت و حقارت سے میرے منہ پر تھپڑ مار کر ثابت کر دیا کہ تم سے زندگی بھر کا نہیں' صرف چند گھنٹوں کا رشتہ استوار کیا جائے تاکہ تم مجھے آخری سانس تک فراموش نہ کر سکو۔"

پھر ایک شیطان کی شیطنیت جیت گئی۔ بے بس و کمزور عورت کی مجبوری ہار گئی۔ وہ شیطان صفت فاتحانہ قہقہے لگاتا ہوا چلا گیا اور اس کی عصمت کی اجلی چادر داغ دار ہو گئی اور وہ جیتے جاگتے مجسمے میں ڈھل گئی۔

❖❖❖

"آہ! میں زندہ ہوں؟ صد حیرت ہے' میں کیوں زندہ ہوں؟ مجھے تو ایک لمحے بھی زندہ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ میں اتنی بے غیرت و بے حس کیوں ہو گئی؟" گزشتہ ایک گھنٹے سے لیٹی چھت کو گھورتے ہوئے وہ یہی تکرار کیے جا رہی تھی۔

"کسی کے گناہ کی خود کو سزا کیوں دیتی ہے' بیٹی۔ خاموش ہو جا' صبر کر' اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس مردود کو اس کے گناہوں کی سزا ضرور ملے گی۔" خالہ جان نے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے اسے دلاسا دیا۔

"میری کوکھ میں جو اس کا گناہ سانسیں لے رہا ہے' اس کا کیا ہو گا؟" وہ سرد و سپاٹ لہجے میں بولی۔

"اسے میں اپنا نام دوں گا' وہ میرا بچہ ہو گا۔" بالکل غیر متوقع طور پر ڈیڑھ ماہ بعد آصف کو اپنے سامنے دیکھ کر دونوں چونکی تھیں۔ خالہ جان نے تو خوب رونا شروع کر دیا تھا' جبکہ وہ سرد و خشک نگاہوں سے اس کے سنجیدہ چہرے کو تکنے لگی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں منگنی توڑ چکی ہوں۔ کبھی مجھ سے ملنے کی کوشش مت کرنا۔ پھر کیا میرا تماشا دیکھنے آئے ہو تم؟" وہ ایک دم ہی چیخی تھی۔

"ریلیکس فارحہ! ریلیکس' میں نے کہا تھا نا' میں تمہاری سیرت سے محبت کرتا ہوں۔ میرے لیے تم آج بھی اتنی ہی معصوم و پاکیزہ ہو' جتنی آج سے ڈیڑھ ماہ قبل تھیں۔"

"نہیں چاہئے' مجھے رحم و ہمدردی کی خیرات' جان گئی ہوں میں' مرد سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ کوئی ذلالت سے لوٹتا ہے تو کوئی شرافت سے لیکن مجھے اب کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے' چلے جاؤ۔" اس نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

اس وقت تو وہ چلا گیا تھا مگر اپنی سچی لگن کی خاطر وہ وہاں آتا رہا کہ کبھی تو پتھر موم ہو گا۔ رفتہ رفتہ خالہ جان بھی اس کی ہمنوا بن گئی تھیں کیونکہ اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور بزنس اسے سنبھالنا تھا۔ وہ ایک ماہ کے عرصے کے لیے یہاں آیا تھا کہ شادی کر کے فارحہ کو ساتھ لے کر واپس چلا جائے۔

خالہ جان کی زبانی حقیقت حال سن کر اس کی مردانگی کو ناقابل برداشت شاک لگا تھا۔ خوابوں کے شیش محل آن واحد میں زمین بوس ہوئے تھے اور احساسات میں دراڑ سی آ گئی تھی۔ ان چھوئی عورت اور منہ بند کلی کی آرزو تو ہر مرد کو ہوتی ہے مگر یہاں تو مجروح جسم کے ساتھ دوسرا وجود بھی منسلک ہو چکا تھا۔ ایک وحشی کی جیتی جاگتی وحشت وجود پا چکی تھی' جس سے چھٹکارا ناممکن تھا۔

کچھ دن بہت اضطراب و کشمکش میں گزرے مگر بہت جلد جذبات پر دل کے رشتے قابو پا گئے اور اسے احساس ہوا کہ فارحہ معصوم اور بے خطا ہے۔ وہ ظلم کا شکار ہوئی ہے' اسے محبت اور سچی رفاقت کی ضرورت ہے۔ یہ اس کی سچی محبت کی انتہا تھی کہ فارحہ کو اس کی محبت کا اعتراف کرنا پڑا تھا۔

"آصف! زندگی کے کسی موڑ پر تم نے اگر مجھے میرے ماضی کے حوالے سے طعنہ دینے کی کوشش کی تو میں اسی لمحے خودکشی کر لوں گی۔" اس نے بہتے آنسوؤں

digest library.com

کے درمیان کہا۔

''ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ ہر خدشے اور ہر وہم کو یہیں دفن کر کے میرے ساتھ چلو۔''

وہ سیاہ رنگت' پستہ قد اور معمولی سے نقوش والا مرد' حقیقت میں انسانیت کا علمبردار ثابت ہوا تھا۔ اعلیٰ ظرفی اور نیک نفسی میں فرشتوں کی صف میں جا کھڑا ہوا تھا۔ شادی کے آٹھ ماہ بعد وہ پیدا ہوا تھا' جسے اس نے ایک نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا مگر آصف نے اس گلابی چہرے اور بادامی آنکھوں والے بچے کو والہانہ انداز سے سینے سے لگایا تھا اور بار بار اسے چومتا رہا تھا۔

''آصف! ایک بات پوچھوں؟ بالکل ایمان داری سے جواب دیں گے؟ فارحہ نے نیم دراز ہوتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ پھر اسے منتظر دیکھ کر بولی۔ اس بچے کو دیکھ کر تمہارے دل میں کوئی احساس نہیں جاگا؟''

''ہاں۔ اس نے تمہارے وجود سے جنم لیا ہے' میرے لیے یہی احساس سب سے بڑھ کر ہے اور ایک بات تم بھی سن لو۔'' اس بار اس کا لہجہ سخت اور ترش تھا۔

''آج کے بعد کوئی فضول بات ہمارے درمیان نہیں ہوگی۔ تم میری بیوی ہو' میں اس کا باپ ہوں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ کسی احساس کی اب کوئی وقعت ہے نہ ضرورت۔ تمہاری زندگی کا وہ تاریک باب بند ہو چکا ہے جس کے گواہ ختم ہو چکے ہیں۔ باسط جعفری' وقار اور فرحان اسی ہفتے ہانگ کانگ جاتے ہوئے پلین کریش میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ خالہ ہمارے درمیان رہیں نہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ اب تم بالکل نارمل زندگی گزارو' تم خوش رہو گی تو میں بھی خوش رہوں گا۔ ہم خوش رہیں گے تو ہمارا بیٹا علی بھی خوشحال زندگی گزارے گا۔'' اس نے بچے کو اس کی گود میں لٹاتے ہوئے شوخی سے کہا تو پہلی بار اس نے بیٹے کی پیشانی پر پیار سے بوسہ دیا تھا۔

❖❖❖

وقت تیزی سے گزرتا رہا۔ ان کی کوکھ میں علی کے بعد کوئی اور نہ آیا۔ آصف کی علی میں جان تھی۔ وہ اسے بے تحاشا چاہتے تھے اور علی کی دنیا بھی ان دونوں تک ہی محدود تھی۔ وہ پر آسائش و پر آرام دہ زندگی گزار رہی تھیں مگر اندر کہیں بہت اندر ایک آگ سی ابھی تک سلگ رہی تھی جو انہیں جلاتی تھی' تڑپاتی تھی اور ہر دم بے کل رکھتی تھی۔ اس نے بالکل درست کہا تھا۔ وہ اس وحشی کو کبھی فراموش نہ کر سکی تھی۔

اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے انہوں نے ایک پلان بنایا اور علی کو اپنے ایک ایک زخم سے آشنا کیا۔ وہ جوان تھا' جوشیلا اور بہادر تھا۔ اپنے ارادوں سے کبھی نہ پلٹنے والا۔ اس حقیقت نے جہاں اسے اذیت پہنچائی تھی' وہیں باپ کی عظمت و محبت اس کے دل میں دوچند ہو گئی تھی۔ انہیں از حد چاہنے لگا تھا۔

پھر ان ماں بیٹے کی پلاننگ سے وہ سرفراز صاحب اور ان کی فیملی سے اور ان کے ذریعے واجد جعفری یعنی باسط جعفری کے والد محترم کی فیملی کے قریب ترین ہوا تھا۔ اس پلاننگ میں آصف صاحب شریک نہ تھے۔ وہ بالکل بے خبر تھے۔ زخمی انا والی عورت زخمی شیرنی اور زخمی ناگن سے زیادہ خطرناک اور زہریلی ہوتی ہے۔ فارحہ بیگم بخوبی جانتی تھیں کہ باسط کو اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے مگر ان کے انتقام کی آگ جب ہی ٹھنڈی ہوتی' جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتیں اور ان کی کامیابی باسط کی روح کے لیے عذاب تھی۔ لیکن علی کی ہر بار کی ناکامی انہیں مزید بے کل کر رہی تھی۔

❖❖❖

''اے! علی بھائی سے لڑائی ہو گئی ہے کیا؟ وہ آج کل آ کیوں نہیں رہے؟'' اریبہ نے چلغوزے چھیلتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔

''معلوم نہیں۔'' س نے چائے کا سپ لیتے ہوئے الجھے لہجے میں کہا۔

''معلوم نہیں؟ یہ کیا جواب ہوا؟''

''میں نہیں جانتی' وہ کب ناراض ہوتے ہیں اور کب خوش' دراصل وہ جن باتوں سے خوش ہوتے ہیں' وہ میں

digest library.com

افورڈ نہیں کرسکتی اور جو باتیں میرے لیے مسرت کا باعث ہیں' وہ ان کے اختیار سے باہر ہیں۔"

"کیا مطلب؟ دیکھو تمہیں معلوم ہے نا' سیدھی بات میری سمجھ میں آتی ہے' پلیز بتاؤ کیا مسئلہ ہے تمہارے درمیان؟" وہ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔

"کچھ نہیں۔"

"نہیں' کوئی بات ضرور ہے۔ پلیز بتاؤ۔ کیا ہمارے درمیان اچھی دوستی نہیں ہے؟ ہم ہمیشہ ہی ایک دوسرے سے اپنی خوشیاں اور دکھ شیئر کرتے آئے ہیں۔ پھر اب کیا بات ہوگئی جو تم مجھے بتانا نہیں چاہ رہیں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کیوں تنگ کر رہی ہو؟" وہ کپ ٹیبل پر رکھ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔

"میں تمہیں سکون سے سونے نہیں دوں گی۔ جلدی سے بتاؤ' کیا بات ہے؟"

"علی وہ نہیں ہیں' جو نظر آتے ہیں۔ آئی مین سب کی موجودگی میں تو وہ بہت مہذب و باوقار نظر آتے ہیں مگر تنہائی میں..... ہر حد پار کرنے کو مصر نظر آتے ہیں۔" اس نے جھجکتے ہوئے بالآخر وہ پریشانی اسے بتادی' جس نے اسے پریشان اور مضطرب کر رکھا تھا۔

"اوہ' یہ بات ہے۔" وہ ہنستی چلی گئی۔

"کیا ہے' میں نے تمہیں کوئی لطیفہ نہیں سنایا ہے۔"

"لطیفے سے کم بھی نہیں۔ وہ تمہارے منگیتر ہیں' تنہائی میں دل کی باتیں نہیں کریں گے تو کیا حدیثیں سنائیں گے تمہیں؟"

"شٹ اپ اریبہ' وہ منگیتر ہیں' کوئی شوہر نہیں۔"

"اتنی معصوم نہ بنو' آج کل کے دور میں کوئی بھی اتنا بدھو نہیں ہوگا جو اپنی منگیتر کو بہن کی طرح عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے گا۔"

"عزت و احترام تو ہر رشتے میں ہونا چاہیے۔"

"دل برا نہ کرو' وہ آزاد معاشرے میں پرورش پا کر آئے ہیں۔ اب کچھ تو رومانیت ان کے مزاج میں ہونا بھی چاہیے۔ مگر وہ کریکٹر لیس نہیں ہیں۔"

"اوہو' کس کو کریکٹر سرٹیفکیٹ پیش کیا جا رہا ہے؟" حمزہ نے اندر قدم رکھتے ہی استفسار کیا تھا اور ازمہ نے آنکھوں سے اسے اشارہ کیا کہ اسے کچھ نہ بتائے۔

"ہے کوئی خوش نصیب۔ کم از کم تم میں یہ کوالٹی ہرگز نہیں ہے۔"

"یہ تو تمہیں بعد میں معلوم ہوگا کہ مجھ میں کون کون سی کوالٹیز موجود ہیں۔ فی الحال کافی پلاؤز بردست قسم کی۔" وہ آرام سے ان کے درمیان بیٹھتا ہوا بولا۔

"نامعلوم تم کس دن سدھرو گے؟" ازمہ دور کھسکتی ہوئی ڈپٹ کر بولی۔

"لڑکیاں تو منگنی کے بعد بڑی خوش و خرم رہتی ہیں لیکن تم بہت الجھی الجھی رہنے لگی ہو۔ کیا بات ہے؟ اس انگیجمنٹ سے خوش نہیں ہو؟" حمزہ نے بغور اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بری طرح بوکھلا گئی تھی۔

"نہ..... نہیں' ایسا بھلا کیوں ہوگا؟"

"علی بھائی جیسے ڈیسنٹ اور سوبر شخص کا ساتھ تو ہر لڑکی دل و جان سے چاہے گی۔ ازمہ بھی خوش ہے۔" اریبہ نے تیزی سے بات سنبھالی تھی۔

"پھر یہ اتنی خاموش خاموش کیوں رہنے لگی ہے؟"

"مجھے اپنی پڑھائی ضائع ہونے کا دکھ ہے۔" اس بار ازمہ کا لہجہ نارمل تھا۔

"ہاں' دکھ تو مجھے بھی ہے مگر یہ تو ان لوگوں کی خوش نصیبی ہے جو تمہارے ہاتھوں دنیا سدھارنے سے بچ گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" اس نے غرا کر کہا۔

"مطلب سیدھا اور صاف ہے۔" وہ چھلانگ مار کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"تم لوگوں کو دور سے تڑپتا نہیں دیکھ سکتیں' تمہارا ایک انجکشن ہی مریضوں کے لیے نجات دہندہ ثابت ہوتا' نہ جان رہتی اور نہ درد محسوس ہوتا۔"

"ایڈیٹ! میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔" وہ کشنز اسے مارتے ہوئے چیخی۔

digest library.com

رات تیز بارش ہوئی تھی' فضا دھل کر نکھر گئی تھی۔
صبح بارش تھم گئی تھی لیکن ابھی موسم ابر آلود تھا۔ پیڑ پودوں پر جوبن آ گیا تھا۔ دھلے دھلائے نکھرے ہوئے سبزے اور پھولوں کی رعنائی نگاہوں کو طراوت بخش رہی تھی۔ سب لوگ شادی میں گئے ہوئے تھے۔ وہ اور اریبہ گھر پر رک گئی تھیں۔
دوپہر کے بعد سے ہلکی ہلکی پھوار شروع ہوئی تھی' جو کچھ دیر بعد تیز بارش میں ڈھل گئی تھی۔ وہ بارش میں خوب نہائی تھیں۔ موسم پہلے ہی سرد تھا' بارش کے بعد سردی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ نہانے سے اسے فلو اور اریبہ کے سر میں درد ہو گیا تھا۔ وہ کافی کے ساتھ اسپرو کی ٹیبلٹ کھا کر لیٹ گئی تھیں۔ اریبہ تو کچھ دیر بعد ہی بے خبر سو گئی اور اسے نیند نہیں آئی تو وہ ناول پڑھنے لگی۔
معاً انٹر کام پر چوکیدار نے اطلاع دی کہ علی صاحب آئے ہیں' کیونکہ لاؤنج سے ملحقہ کوریڈور کا گلاس ڈور بند کر دینے سے اندرونی پورا حصہ مقفل ہو جاتا تھا اور وہ اندر سے ہی کھلتا تھا۔ اس وجہ سے اسے چوکیدار نے اطلاع دی تھی کہ وہ اندر سے ڈور کھولے۔ اس نے برابر میں سوئی ہوئی اریبہ کو بری طرح جھنجوڑ کر اٹھانا چاہا مگر وہ پہلے ہی بہت گہری نیند سونے کی عادی تھی اور اب ٹیبلٹ کھانے کے بعد تو ناممکن تھا' اسے صبح سے قبل جگانا۔ ناچار اسے خود ہی جانا پڑا' گیٹ کھولنے کے لیے۔
''میں سمجھا' شاید آپ مجھے اندر بلانا نہیں چاہ رہیں۔'' وہ اس کے ہمراہ اندر آتے ہوئے بولا۔
''دراصل گھر میں کوئی نہیں ہے۔ ماما' دادا جان وغیرہ۔ میں اور اریبہ ہیں صرف۔''
''آپ کا مطلب ہے' میں واپس چلا جاؤں؟''
''نہیں..... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ بیٹھیں آپ۔'' اسے اپنی بے وقوفی کا فوری احساس ہوا تو لاؤنج میں رکھے صوفے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔
''تھینکس۔ تم بھی بیٹھو نا۔''
''آپ کیا لیں گے؟''
''فی الوقت تمہاری قربت۔'' اس کے بھاری اور گمبھیر لہجے میں حدت در آئی تھی۔
''جی!'' اس کا لہجہ' اس کا انداز لمحے بھر کو اس کا جسم سن ہو کر رہ گیا۔
''اس وقت میں اسپیشلی تم سے ملنے آیا ہوں۔ مجھے معلوم تھا' سب لوگ شادی میں گئے ہوئے ہیں۔ آنٹی نے انویٹیشن ہمیں بھی دیا تھا مگر میں نے معذرت کر لی تھی۔
''کیوں؟''
''تم سے ملاقات کا یہ سنہری چانس مس نہیں کرنا چاہتا تھا۔''
''آپ پر ایسی کوئی پابندی تو نہیں ہے' سب لوگ بہت اعتماد کرتے ہیں آپ پر۔'' علی کی نگاہوں کی تپش اس کو پریشان کر رہی تھی۔
''مگر تم نہیں کرتیں' ہے نا؟'' اس کا انداز بدستور تھا۔
''کیوں نہیں' یہ بھی پھر آپ جان گئے ہوں گے۔'' اس لمحے اس نے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
''نہیں۔ یہی جاننا چاہتا ہوں۔'' اس کی معصومیت قابل داد تھی۔
''ایک بات بالکل سچ سچ بتائیں گے؟''
''ہاں' پوچھو۔'' اس نے ایزی انداز میں بیٹھتے ہوئے اس کے سراپے پر بھرپور نظر ڈالی۔ کاٹن کی سادہ فیروزی شرٹ' وہائٹ دوپٹے اور اسٹریٹ پینٹ میں وہ سیدھی نگاہوں کے راستے دل میں اتر رہی تھی۔ نزلے کی شدت سے سرخ ہوتی ناک اس کے سفید چہرے کے حسن کو بڑھا رہی تھی۔ سیاہ بھونرا صفت آنکھوں پر سایہ فگن گرتی' اٹھتی سیاہ دراز پلکوں کی جھالریں' بے خودی بڑھا رہی تھیں۔ وہ دم بخود سا اسے تکتا رہ گیا۔
''آپ' مجھے کیا سمجھتے ہیں؟'' اس کا اعتماد لوٹ آیا تھا۔
''اپنی زندگی۔''
''نہیں۔ مجھے آپ کے ہر انداز سے فلرٹ ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی سابقہ زندگی کہیں بھی گزری ہو' اس سے

مجھے غرض نہیں مگر مستقبل میں، میں قابل احترام رشتے سے شناخت کی جاؤں، یہ میری خواہش ہی نہیں، دلی تمنا ہے۔ لیکن جب بھی آپ سے بات ہوئی، میں بے سکون و بے چین ہوگئی کہ ہماری صنف میں یہ حس قابل تحسین ہے کہ نگاہوں میں ابھرنے والے جذبے فوراً ہی پہچان لیے جاتے ہیں اور آپ کی نظروں میں سوائے عزت و احترام کے اور سب کچھ ہوتا ہے۔"

"یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ میں تمہیں اگر ایسی ویسی نظروں سے دیکھتا ہوں تو یہ میرا حق ہے اور کوئی معیوب بات بھی نہیں ہے۔ میرے خیال میں اتنا حق تو میں رکھتا ہوں۔" اس کی صاف گوئی نے اسے ششدر کر دیا تھا مگر فوراً ہی اسے اپنے دفاع کے لیے پینترا بدلنا پڑا۔

"ایسا کوئی حق آپ مجھ پر نہیں رکھتے۔ شوہر کو تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں، منگیتر کو کچھ بھی نہیں، کیونکہ شرعی تعلق شوہر سے ہوتا ہے۔"

"ویری اسمارٹ، دوسرے معنوں میں مجھے شادی کی آفر کر رہی ہو۔" وہ دھیمے سے ہنس کر گویا ہوا۔

"اور آپ شادی کا نہیں، وقت گزاری کا ارادہ رکھتے ہیں۔" جواباً وہ بھی طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟" اس کی درست بات پر وہ بوکھلا کر بولا۔

"یہ بکواس نہیں، حقیقت ہے۔ میں اپنے پروردگار کی بہت شکر گزار ہوں کہ اس نے نہ جانے کون سی نیکی کے عوض مجھے تباہ ہونے سے بچالیا ورنہ....."

"کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ کیا بکے جا رہی ہو؟" وہ غصے سے کھڑا ہوگیا تھا۔

"آپ کو یہ سن کر افسوس ہوگا علی آصف رضوی صاحب، کہ میں اس دن اتفاق سے یا خوش قسمتی سے آپ کی اور آپ کی مما کی وہ ساری گفتگو سن چکی ہوں، جس میں ایک شرمناک پلاننگ میرے خلاف بنائی گئی تھی۔"

اس انکشاف نے اس جیسے طاقتور و توانا مرد کے گویا پر نچے اڑا دیئے تھے۔ لمحے بھر کو اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تھا مگر حقیقت بنی کھڑی ازمہ کو وہ کیسے جھٹلا سکتا تھا، وہ اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

"جھٹکا لگا ہوگا؟ سماعت پر دھوکے کا گمان ہو رہا ہوگا؟ دل اس حقیقت کو تسلیم نہیں کر رہا ہوگا؟" وہ ایک ایک لفظ جما جما کر بول رہی تھی۔ وہ ہونٹ بھینچے آنکھوں میں حیرانی لیے اسے گھور رہا تھا۔

"جب میں نے سنا تھا تو مجھے بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا میرے ساتھ ہونے والا ہے۔ لیکن حقیقت حال جان کر مجھے یقین کرنا ہی پڑا کہ جو میں نے سنا تھا وہ سچ ہے۔ آپ نے جس قلیل مدت میں سب کو اپنا گرویدہ بنایا، ان کے دلوں پر قابض ہو کر حکمرانی کرنے لگے، ماما آپ کو اپنا دوسرا بیٹا اور دادا جان تو آپ کی سنگت میں دوبارہ جی اٹھے تھے مگر ان معصوم اور رشتوں کی جدائی کے زخم کھائے ہوئے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ وہ جس کو مسیحا و ہمدرد سمجھ رہے ہیں، وہ انہیں زندہ درگور کرنے کی پلاننگ لے کر اس گھر میں داخل ہوا ہے لیکن میں آپ کو اپنے مقصد میں کبھی کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔"

"تم ہمارے گھر گئی تھیں، مگر کب؟" اس کی پیشانی پر


فیملی ہومیو کلینک میں

تمام قسم کے امراض زنانہ، پیشاب کی تکالیف پتہ و گردہ کی پتھری، دمہ و سانس کی تکالیف کیل مہاسے، گرتے بال، موٹاپا، بلڈ پریشر اور جوڑوں کے درد کا کامیابی سے علاج کیا جاتا ہے۔

کلینک 214، ریونیو سینٹر، نزد انکل سریا اسپتال، کراچی۔

صبح 11 بجے سے رات 9 بجے تک

فون نمبر 0320-5045967

ڈاکٹر وسیم احمد


digest.library.com

digest library.com

شکنوں کا جال پھیل گیا تھا۔

''اس دن انکل آصف آئے تھے۔ان کا خیال تھا کہ ان کی بیگم نے مجھے نہیں دیکھا اور وہ اچانک مجھے ساتھ لے جا کر انہیں سرپرائز دینا چاہتے تھے۔وہ حقیقتاً اس دور کی مکاری اور غلاظت سے پاک فرشتہ سیرت انسان ہیں' جن کی زندگی کا محور صرف اپنی بیوی اور بیٹے کی چاہت ہے۔دادا جان کے کہنے پر میں ان کے ساتھ چلی گئی۔ راستے بھر وہ مجھ سے بیٹے اور بیوی کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ان کے ایک ایک لفظ سے ان کی محبت کی مہک اٹھ رہی تھی۔گیٹ میں داخل ہوتے ہی انکل کی موبائل کال آ گئی اور انہیں اسی وقت جانا پڑا۔انہوں نے اندر مطلع کرنا چاہا مگر میں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ جب سرپرائز دینا ہی ہے تو میں خود اندر چلی جاتی ہوں اور اس طرح میں ملازمہ کے ہمراہ اس کمرے تک پہنچ گئی' جہاں مجھے زندگی کا بدترین سرپرائز ملا۔پھر میں وہاں رکی نہیں' سیدھی گھر آ گئی۔'' پچھلے ہفتے سے جو لاوا' جو غبار اس کے اندر حشر برپا کر رہا تھا' جس نے اس کی راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون برباد کر کے رکھ دیا تھا' کسی کو راز دار بنانے کی اس نے سعی بھی نہ کی تھی' پھپھو جان کی طرف سے اسے یقین تھا کہ وہ کبھی بھی اس کی بات کا یقین نہیں کریں گی اور اس نے وقت کا انتظار کرنا شروع کر دیا تھا۔اس وقت شاید قدرت کو اس پر رحم آ گیا تھا جو اس نے علی کو یہاں اس وقت بھیجا' جب گھر میں کوئی نہیں تھا اور اسے یہ سب کہنے کا موقع میسر آ گیا تھا۔

''اب کیا چاہتی ہو؟'' خاصی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ گہری سانس لے کر بولا۔

''جس طرح اچانک آپ ہماری زندگی میں آئے تھے' اسی طرح خاموشی سے چلے جائیں۔کسی سے بھی کچھ کہے بغیر کہ اس طرح آپ کی ذات کا بھرم اور ان لوگوں کا اعتماد نہ ٹوٹے' بعد میں جو ہوگا' اسے میں خود ہینڈل کر لوں گی۔''

''اتنا یقین ہے تمہیں اپنی ذات پر؟''

''ہاں۔یہ لے جائیں' جس کے سہارے ایک جھوٹ اور فریب کا رشتہ قائم کیا گیا تھا۔'' اس نے انگلی سے جگمگاتی انگوٹھی اتاری اور ٹیبل پر رکھ کر اندر چلی آئی۔

اس کے حواس معطل ہو کر رہ گئے تھے۔

بظاہر بزدل اور کمزور نظر آنے والی لڑکی' بہت طاقتور و دانشمند ثابت ہوئی تھی۔لمحوں میں اسے افق کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں میں گرا چکی تھی۔وہ ماں کی محبت میں سرشار' ان کے جنون کی آگ میں خود بھی جلتا رہا تھا۔ماں اسے ہر شے سے زیادہ عزیز تر تھی۔یہ اس کی محبت و فرمانبرداری کا ثبوت ہی تھا کہ وہ ان کے حکم پر ان کی ممتا کی سرخروئی' ذہنی آسودگی اور برسوں کے بھڑکتے انتقام کے الاؤ کو سرد کرنے کی خاطر وہ بھی کرنے کو تیار تھا' جس کی اجازت نہ اس کا ضمیر دے رہا تھا اور نہ ذہن اس چیز کو قبول کر رہا تھا مگر سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ یہ اس کی ماں کا حکم تھا جس نے کہا تھا' حکم عدولی پر کبھی دودھ نہیں بخشوں گی۔یہ دھمکی اس کے ہر احساس کو فنا کر گئی تھی۔

لیکن کل رات گویا وہ پل صراط پر چلا تھا اور اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں آ گیا تھا' اور کل سے وہ دھڑا دھڑ ضمیر کی دوزخ میں جل رہا تھا۔

ازمہ کی متنفر صورت۔

نفرت چھلکاتی نگاہیں۔

ہونٹوں سے نکلتے حقارت آمیز لفظ۔

اس کے وجود میں بچھو بن کر ڈنک مار رہے تھے۔ جس شے تک رسائی ممکن ہی نہ ہو' اس کی تمنا بہت شدید ہوتی ہے۔ہر پل من کو بے کل بے چین رکھتی ہے۔یہ کسک اب کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

انگوٹھی اس نے مما کو دے دی تھی اور حقیقت جان کر وہ بھی گم صم ہو گئی تھیں۔اکلوتے بیٹے کے چہرے پر پھیلے حزن و ملال' ہونٹوں پر جامد چپ نے ان کے اندر کی سوئی ہوئی عورت اور ممتا کے بے مثال جذبوں کو بیدار کر ڈالا تھا۔

آصف اور علی آفس جا چکے تھے اور وہ کمرے کی تنہائی

میں گھری اپنے اندر تہلکہ مچاتے ضمیر کی عدالت میں سر جھکائے اپنے انتقام' کدورت اور وحشی جذبوں سے نبرد آزما تھیں۔ آج اٹھائیس سال بعد پہلے والی فارحہ دوباہ بیدار ہوئی تھی۔

وہ فارحہ جس کی متانت' خلوص' مروت' نیک دلی و بلند ظرفی اس کی شناخت تھی۔ ایک شیطان صفت شخص نے جسے ریزہ ریزہ کرڈالا تھا اور جس کا انتقام لینے کے لیے وہ بے حس' خودغرض بن کر انتہا پسندی کی حدوں سے گزر چکی تھیں۔

"کتنی گر چکی ہوں میں' اپنے حقوق کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہ رہی ہوں؟ ایک ماں اپنی اولاد کے لیے اپنی خوشیاں' آرام و خواہشیں تج ڈالتی ہے۔ اپنی ہستی فنا کردیتی ہے' آرزوئیں خاک کرڈالتی ہے۔ وہ اولاد کو سب کچھ دینے کا جذبہ رکھتی ہے۔ اسے کائنات کا سب سے اچھا اور نیک انسان بنانا چاہتی ہے۔ اسے گناہوں اور برائیوں سے بچائے رکھنے کی اللہ سے دعائیں مانگتی ہے اور میں کتنی بدنصیب و گناہ گار ہوں' انتقام کی آگ میں جل کر بیٹے کو بھی بدترین گناہ کی ترغیب دیتی رہی' اکساتی رہی اور دباؤ ڈالتی رہی۔ کیا سوچتا ہوگا' وہ میرے متعلق؟ کتنی کم ظرف اور گناہ گار ماں ہے اس کی۔"

آصف جیسے بے حساب چاہنے والے شوہر کی محبتیں' علی جیسے سعادت مند' فرمانبردار بیٹے کی محبتیں پاکر بھی میں ناشکری اور بدبخت رہی۔ جب اللہ نے میرا بدلہ لے لیا تو میں کون ہوتی ہوں بھلا انتقام لینے والی؟ کتنا بڑا احسان ہے میرے رب کا مجھ پر کہ اس نے اتنا بڑا سانحہ ہونے کے بعد بھی آصف کے دل سے میری محبت میں ذرا کمی نہ آنے دی۔ یہ محبت کی انتہا ہی تو تھی جو آصف نے علی کو اپنا پیار' اپنا نام دیا ورنہ میرا بیٹا صرف ایک گالی بن کر رہ جاتا۔ کیا مقام ہوتا' اس کا اس معاشرے میں؟ لوگ مجھے کبھی اس عزت و احترام کی نگاہ سے نہ دیکھتے جو آج مجھے مسز آصف رضوی کے نام سے دیکھتے ہیں؟

میرے اللہ! میرے مالک! میرے پروردگار! مجھے

## آرزوئیں

کتنی ہی باتیں ایسی ہیں
جو ماضی کے جھروکے سے
مستقبل کے آئینے میں نظر آتی ہیں
کتنی ہی آرزوئیں
خود کو بے دردی سے
بکھرتا ہوا محسوس کرتی ہیں
لیکن پھر بھی امیدوں کا بندھن
ابھی تک قائم ہے شاید
اس کا نام محبت ہے

(خرم شہزاد گوندل آزاد)
(آف گوجر شریف پنڈ دادن خان)

معاف فرما۔ میں سچے دل سے تجھ سے معافی طلب کرتی ہوں۔ مجھے معاف کردے میرے رب۔"

مدت بعد ان کی آنکھوں سے آنسو پچھتاووں کی صورت میں بہہ رہے تھے۔

ہر آنسو کا قطرہ ان کے اندر بھڑکتی آگ کو سرد کرتا جارہا تھا۔

❖❖❖

گھر میں ایک دم ہی خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی' جب فارحہ بیگم اور آصف صاحب مٹھائیوں اور پھلوں کے ٹوکروں کے ساتھ آئے تھے۔

آج فارحہ بیگم کا موڈ بہت خوشگوار تھا۔ ماما اور پھپھو سے وہ بہت محبت سے ملی تھیں۔ ابا جان کے ساتھ نہایت احترام سے پیش آئی تھیں۔ حمزہ اور اریبہ کے ساتھ بھی خاصے خوشگوار انداز میں باتیں کررہی تھیں۔

ماما نے ان کی کولڈ ڈرنکس اور فروٹ سے تواضع کے بعد ڈنر کے لیے روک لیا تھا اور کچن میں جوش و خروش سے سرگرم عمل تھیں۔

وقفے وقفے سے انہیں کمپنی دینے بھی پہنچ جاتی تھیں'

digest.library.com

digest library.com♥♥

جوحمزہ اور اریبہ سے باتوں میں مگن تھیں۔ آصف صاحب کو دادا جان اپنی جوانی کے قصے سنا سنا کر حیران کر رہے تھے کہ انہوں نے ببر شیروں اور چیتوں کے علاوہ کسی اور جانور کا شکار کیا ہی نہیں تھا اور اب یہ حالت تھی کہ چھپکلی بھی نہ ماری جاتی تھی۔

''بھابی! میں نہ کہتی تھی' مسز آصف اپنی تکلیف کی وجہ سے بدمزاج اور چڑچڑی ہو رہی ہیں۔ کچھ لوگ ہو جاتے ہیں۔ دیکھ لیں اب کیسے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ بچوں سے اور بڑوں سے' سب سے ہی خوش اخلاقی سے ملی ہیں۔'' پھپھو جان خوشی سے گلنار چہرہ لیے شامی کباب فرائی کرتے ہوئے بولیں۔

''سچ' مجھے تو بڑی فکر لگی ہوئی تھی کہ نہ معلوم میری بچی اتنی بدمزاج اور سخت ساس کے ساتھ کس طرح گزارا کرے گی۔'' وہ اوون سے چکن روسٹ نکالتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔ اسی دم فارحہ وہاں آ کر بولیں۔

''ہماری بہو کو آپ نے کہاں چھپا دیا ہے؟ مجھے اس سے ملوائیں۔''

''اچھا' آئیں۔ دراصل بارش میں بھیگ جانے کے باعث اسے فلو ہو گیا ہے۔ دوا کھا کر کچھ دیر قبل ہی سوئی تھی مگر اب اٹھ گئی ہوگی۔'' مما ان کو لے کر ازمہ کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بتانے لگیں۔

''ارے بابا! اب اٹھ بھی جاؤ' تمہارے ساس' سسر آئے بیٹھے ہیں کب سے۔ بلکہ ساس صاحبہ تو آپ سے ملنے کو از حد بے قرار ہیں۔'' اریبہ کے جھنجھوڑ کر اٹھانے پر اسے شدید غصہ آیا تھا مگر دوسرے پل منہ سے نکلنے والے ناموں نے اسے چونک کر اٹھنے پر مجبور کر ڈالا۔

''کیوں آئے ہیں وہ لوگ؟'' اس کے لہجے میں ناگواری تھی' جو اریبہ جیسی لاابالی لاپروا لڑکی سمجھ نہ پائی۔ ہنس کر گویا ہوئی۔

''تمہاری طبیعت پوچھنے آئے ہیں۔''

''کیوں؟ مر رہی ہوں میں؟'' اس کا لہجہ درشت تھا۔

''مریں آپ کے دشمن! آپ تو میری گھر کی روشنی ہو' ہزاروں سال جیو۔'' اندر داخل ہوتی فارحہ بیگم اس کی بات سن کر خلوص سے بولیں' جبکہ اریبہ اور ماما ان کے سامنے اس کی بداخلاقی پر شرمسار ہو گئی تھیں۔

بے اختیار اس نے ان کی طرف دیکھا تھا۔ لمحے بھر کو اپنے انداز پر شرمندہ بھی ہوئی مگر پھر ان کی صورت دیکھتے ہی ان کے ارادے اور مکر و فریب از سر نو بیدار ہو گئے تھے۔ اس نے نفرت سے منہ پھیر لیا تھا۔

''ازمہ! یہ کیا بدتمیزی ہے؟ سلام کرو' علی کی مما ہیں یہ۔'' ماما کا غصے سے برا حال ہو گیا اس کی بدتمیزی دیکھ کر' کیونکہ وہ اس سارے قصے سے بے خبر تھیں۔

''کوئی بات نہیں' طبیعت خراب ہو تو مزاج برہم ہو ہی جاتا ہے۔ یہ میری بیٹی ہے' کوئی شکوہ نہیں ہے مجھے بلکہ میں اپنی بیٹی سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہوں گی۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو؟'' وہ مسکرا کر ماما سے مخاطب ہوئیں۔

''نہیں' مجھے کیا اعتراض ہوگا۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ ہم اتنے میں کھانا تیار کر کے لگاتے ہیں۔'' وہ ازمہ کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی اریبہ کے ساتھ کمرے سے نکل گئیں۔

''بہت ناراض ہو مجھ سے؟ شاید میری شکل بھی دیکھنے کی روادار نہیں ہو؟'' اسے ہنوز منہ پھیرے دیکھ کر وہ قریب آ کر دھیمے لہجے میں بولیں۔

''جب میں وہ نام نہاد تعلق توڑ چکی ہوں' آپ کی انگوٹھی واپس کر چکی ہوں تو پھر آپ کی یہاں آمد کا مقصد؟ یا ابھی آپ کے جذبہ انتقام کی تسکین نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے بہروپ بدل کر آئی ہیں؟ اونہہ! نا معلوم کیسی ماں ہیں آپ؟ کیا ماں ایسی ہوتی ہے؟ کیا آپ میری صنف سے تعلق نہیں رکھتیں؟ اتنا گھٹیا منصوبہ بناتے وقت آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کو یا آپ کے بیٹے کو پناہ مل جاتی؟ کیا باسط جعفری اللہ کے قہر سے محفوظ رہے تھے؟ جبکہ ہماری فیملی سے اُن کا تعلق بہت دور کا تھا۔ دادا جان کے بھائی کی بیوی کے بھائی تھے وہ' نہ معلوم

کس طرح آپ انہیں ہماری فیملی کا فرد سمجھ بیٹھیں۔" وہ کہہ رہی تھی اور ندامت کے آنسوان کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے اور اس انکشاف نے تو انہیں دہلا کر رکھ دیا کہ باسط اس فیملی سے تعلق ہی نہیں رکھتا تھا۔ پہلے ہی کیا کم شرمندگی تھی جو ایک دم ذلت کے بوجھ سینے پر مزید بڑھ گئے تھے۔

"بیٹی! مجھے معاف کردو، جو میں نے کیا، تمہارے دل، جذبات کو زک پہنچائی، احساسات کو مجروح کیا۔ اتنی تکلیف کا مداوا یہ لفظ نہیں کر سکتے۔ مگر جب جذبوں میں خلوص اور محبت کی مہک ہو تو ہر تکلیف راحت میں بدل جاتی ہے۔ بدگمانیوں اور نفرتوں کو دل میں زیادہ عرصے کے لیے جگہ نہیں دینی چاہئے۔ مجھے خوشی ہے کہ میری بہو حسین ہی نہیں، ذہین بھی ہے۔ گھر والوں کا رویہ بتا رہا ہے کہ وہ اس سارے قصے سے بے خبر ہیں اور انہیں ہمیشہ کے لیے بے خبر رہنا بھی چاہئے کہ یہ سارا قصہ ہم تینوں کے درمیان تھا اور اسی لمحے ہمیشہ کے لیے یہ باب بند ہو گیا۔"

"نہیں۔ اب تک تو لوگ اس لیے بے خبر رہے کہ میں آپ لوگوں کے یہاں سے جانے کا انتظار کر رہی تھی مگر اب....."

"پلیز بیٹی، کیا تم مجھ بدنصیب کو معاف نہیں کر سکتیں؟ میرے بارے میں سب کچھ جاننے کے بعد بھی اتنی کٹھور بنی ہوئی ہو؟ میں نے علی کی آنکھوں میں تمہاری محبت کی چمک دیکھی ہے۔ اگر تم اس کی زندگی میں نہ آئیں تو پھر کوئی بھی لڑکی نہیں آ سکتی۔ ایک عذاب میں، میں برسوں سے گرفتار تھی۔ آج اس سے خلاصی ہوئی ہے تو اب بیٹے کی طرف سے جلتی رہوں اور ہر لمحے میرا ضمیر مجھے کوڑے لگاتا رہے کہ میری وجہ سے میرے بیٹے کی زندگی بے ثمر ہو گئی۔" ان کے لہجے میں بے چارگی و بے بسی تھی۔

ازمہ خاموش بیٹھی رہی۔ دل کی بدگمانی اتنی جلدی کس طرح زائل ہو سکتی تھی۔

**سکون**

امیروں کے شہر میں
ہر امیر شخص
کہتا ہے غریب سے
تو غریب ہے کیوں
نہیں ہے کچھ بھی پاس تیرے
بہت کچھ ہے پاس میرے
سکون ہے پاس میرے
تیرے پاس سکون ہے

(خرم شہزاد گوندل آزاد)
(آف گوجر شریف پنڈ دادن خان)

"یقین کرو، میں نے اس کی تربیت میں کوئی کمی نہیں رکھی، اسے دین و دنیا سب کی آگاہی دی۔ ایک آزاد و بے باک معاشرے میں رہنے کے باوجود میں نے اسے کسی اخلاقی برائی اور بے راہ روی کا شکار نہ ہونے دیا۔ قدم قدم پر اس کی رہنمائی و نگرانی کی ہے مگر پھر اپنے ہاتھوں اپنی کشتی غرق کرنے کا سامان بھی میں نے خود کیا۔ اللہ گواہ ہے علی اس بات پر راضی نہیں تھا۔ میں نے اسے دھمکی دی کہ میری بات نہ مانی تو میں دودھ نہ بخشوں گی۔ کبھی اس سے نہیں ملوں گی۔ میرا بچہ تو بالکل بے قصور ہے۔ قصوروار تو میں ہوں، سزا مجھے دو لیکن اس سے رشتہ مت توڑو۔" انہوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تو ان کے لہجے کی سچائی نے اسے زیادہ دیر بے حس نہ رہنے دیا۔

"مجھے شرمندہ مت کریں۔" اس نے آگے بڑھ کر ان کے بندھے ہوئے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا تو انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا۔

❖❖❖

"کیا گھول کر پلا دیا اپنی ساس کو جو وہ جلد از جلد شادی کی تاریخ مقرر کرنا چاہتی ہیں۔" وہ باتھ روم سے نکل کر بال برش کر رہی تھی۔ اریبہ ایک دم ہی اندر آ کر شوخی

digest-library.com

digest library.com

سے بولی۔
"تم بھی ماما کو پلاؤ گی کیا؟" اس نے برجستگی سے کہا۔
"نہیں۔ انہیں پلانے کی ضرورت نہیں' وہ پہلے ہی سے مجھ پر لٹو ہیں۔"
"اللہ رے خوش فہمی۔" وہ زور سے ہنسی۔
"کیوں! میں جھوٹ بول رہی ہوں؟"
"یہ تو درست ہے مگر حمزہ کو لٹو کرو۔ کل بھی برابر والوں کے ہاں پھول بھیجے تھے اس نے۔ میں نے ڈانٹا تو بولا۔ داداجان نے نرملا کی دادی کو بھیجے ہیں۔"
"کرنے دو اس کو بھی عیش۔ بعد میں تو وہ سانس بھی میری مرضی سے لے گا۔" وہ بڑے پراعتماد لہجے میں بولی تو ازمہ زور سے ہنس پڑی۔
اسی دم ملازمہ نے علی کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ اس نے بالوں کو بینڈ میں جکڑتے ہوئے اریبہ سے کہا کہ وہ جا کر اسے کمپنی دے کیونکہ پھپھو جان کے ساتھ ماما بازار گئی ہوئی تھیں اور داداجان حمزہ کے ساتھ آفس۔
"کیوں؟ وہ اب بھی تمہیں ایسی ویسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں؟" وہ شرارت سے ہنس کر بولی تو وہ جھینپ کر رہ گئی۔
"بکواس نہیں کرو۔ میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔"
"ساتھ سینڈوچز بھی ضرور بنانا' سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

آؤ کہ ہم
اپنی اپنی رنجشوں کو بھلا دیں
دل سے کدورتوں کے غبار نکال دیں
اور نفرتیں
جو بوئی ہیں غلط فہمیوں نے
انہیں مٹا دیں
اگر تم پہل نہیں کرتے تو چلو
ہم ہی قدم بڑھا دیں
کہ محبتوں میں

انا کی بات نہیں چلتی

کافی پھینٹتے ہوئے مانوس سی خوشبو نے اس کا احاطہ کیا تو اس نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا اور دروازے میں اسے براجمان دیکھ کر لمحے بھر کو اس کی نظریں اس سے ٹکرائی تھیں اور اپنے اندر اس نے برق سی کوندتی محسوس کی تھی۔ بھلا کیا نہیں تھا' ان آنکھوں میں۔ وارفتگی' محبت اور ہوس سے پاک شفاف آنکھیں۔
"ناراض ہو؟" اس کا گمبھیر لہجہ گونجا اور اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ "میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ کیا تم مجھ سے رشتہ جوڑنے پر راضی ہو؟ تم نے درست کہا تھا' ہر رشتے میں عزت و احترام کا ہونا لازمی ہے۔ عزت' احترام اور محبت' جہاں یہ رشتے نہیں ہوتے' وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ مما نے کہا' وہ تمہیں انگوٹھی پہنا کر آ گئی ہیں۔ تمہارا دل صاف ہو گیا ہے مگر میں نے کہا' جب تک میں اپنے کانوں سے نہیں سنوں گا' یقین نہیں آئے گا۔" اس کا لہجہ کثافت سے پاک دلکش و شوخ تھا۔
"کیا سننا چاہتے ہیں آپ؟" وہ سینڈوچ میکر کا بٹن آن کرتے ہوئے آہستگی سے بولی۔
"ہماری زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے' جس کی کوئی بات ہمیں بری نہیں لگتی' جس سے ہم کبھی ناراض نہیں ہو سکتے' ناراض ہونا بھی چاہیں تو نہیں ہو سکتے کہ محبتوں کی جڑیں بہت گہرائی میں اپنا وجود رکھتی ہیں۔ آج سے پہلے جو ہماری زندگی میں ناخوشگوار لمحات آئے' ان کو ایک بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ ازمہ' معافی کا لفظ تو بہت چھوٹا اور بے معنی ہو کر رہ گیا ہے لیکن میرا وعدہ ہے' آئندہ کبھی تمہیں اس اذیت کا احساس نہیں ہونے دوں گا۔ بری سوچ آگ جیسی ہوتی ہے' جو اندر باہر سب کچھ جلا کر خاک کر ڈالتی ہے۔ میں چاہتا ہوں' زندگی کی نئی شروعات سے قبل تمام کثافتیں صاف ہو جانی چاہئیں۔ تمہیں جو بھی مجھ سے شکایت ہے کہہ دو' بعد میں کبھی ایسے لمحات ہماری زندگی میں نہیں آنے چاہئیں۔"
"مجھے آپ سے صرف ایک بات کہنی ہے۔"

Digest Novels Lovers Group

digest Library.com

"ہاں' میں ہمہ تن گوش ہوں۔" وہ ہنس کر بولا۔

"آپ کی اردو بہت اچھی ہے۔" اریبہ کی آواز پر وہ دونوں ہی چونک کر مڑے تھے۔ وہ شرارت سے کھڑکی سے سر نکالے مسکرا رہی تھی۔

"علی بھائی! آپ نے پانچ منٹ کا وقت مانگا تھا' اب آدھا گھنٹہ ہونے کو ہے۔ حمزہ' نانا جان' آنٹی اور ممی آ گئی ہیں۔" ابھی وہ بول ہی رہی تھی کہ حمزہ کچن میں داخل ہوا اور علی کو وہاں دیکھ کر بولا۔

"اچھا۔ آپ ابھی سے ٹریننگ لے رہے ہیں۔"

"ٹریننگ لے نہیں بلکہ دے رہا تھا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ایمانداری سے بتایئے گا۔ کینیڈا میں کہیں آپ کسی ہوٹل میں شیف تو نہیں لگے ہوئے؟"

"تمہیں بھی جاب چاہیے؟"

"ہاں۔ گوری گوری میموں کے ساتھ کام کرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا۔ ہنس کر بولا تو علی بھی ہنس پڑا تھا۔

"آپ اندر جائیں' میں کافی اور سینڈوچز لے کر آ رہی ہوں۔" ازمہ کو جھجک محسوس ہو رہی تھی' جبکہ وہ تینوں اطمینان سے کھڑے تھے۔

"تمہیں کیا تکلیف ہو رہی ہے' ہمارے یہاں کھڑے ہونے سے؟ تمہارے سر پر تو نہیں کھڑے۔" اریبہ مصنوعی خفگی سے گویا ہوئی۔

"شکر ہے' علی بھائی! آپ کی کوئی بہن نہیں ہے ورنہ بہن اور بیوی کے درمیان آدمی کاٹھ کا الو بن کر رہ جاتا ہے' جیسے میں پھنس کر رہ گیا ہوں۔" حمزہ آہ بھر کر بولا۔

"مجھے تو آرام سے کھڑے نظر آ رہے ہو' کہاں پھنسے ہوئے ہو؟"

"یہی تو مسئلہ ہے۔ دیکھئے' میں آپ کو بتاتا ہوں۔ دراصل میں چاہتا تھا' آپ کے ساتھ میں بھی فارغ ہو جاؤں مگر یہ اریبہ کہنے لگی' ابھی نہیں۔ جب یہ نند عرف گند یہاں سے نو دو گیارہ ہو جائے پھر سکون سے میں دلہن بن کر آؤں گی۔"

"اوہ! جھوٹے' مکار' میں نے کب کہا؟" وہ حمزہ کی طرف بڑھی تھی۔

حمزہ ہنستا ہوا باہر بھاگ گیا تو وہ بھی پیچھے ہی بھاگی تھی۔

"ہاں۔ اب کہئے' کیا کہنا چاہ رہی تھیں؟" تنہائی پاتے ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"آپ دل سے اس بندھن کے خواہاں ہیں یا محض انکل کی خاطر رشتہ جوڑ رہے ہیں؟"

"میں اتنا سخی نہیں ہوں ازمہ کہ محض کسی کی خاطر ساری زندگی ایسی لڑکی کے ساتھ گزار دوں جو میرے آئیڈیل سے بالکل مختلف ہو۔ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے تمہاری تصویر شارقہ آنٹی کی البم میں دیکھی تھی اور جب سے ہی تم اس دل پر قابض ہو گئی تھیں اور میں اس دن کا شدت سے انتظار کر رہا تھا' جب تمہیں روبرو دیکھوں اور تمہیں دیکھ کر مجھے یقین ہوا' آئیڈیل مل بھی جاتے ہیں۔"

"یعنی اس دن آپ نے جان بوجھ کر میرے سلام کا جواب نہیں دیا تھا؟"

"کون کہہ رہا ہے' میں نے جواب دیا تھا مگر آواز نکالے بغیر۔"

"کیوں؟" اس نے حیرانی سے استفسار کیا۔

"پھر تمہارا وہ غصے سے سرخ ہوتا حسین چہرہ کیسے دیکھ پاتا۔" اس نے شرارت سے مسکرا کر کہا۔ اس کی مسکراتی جگمگاتی نگاہوں میں محبت کے ساتھ احترام بھی تھا جس نے اس کی ذات کو معتبر کر دیا تھا۔

Digest
Novels
Kovers
Group